ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ
مارچ ۱۹۹۸ء
۳

عظیم مجاہد، مؤمنِ کامل
الشیخ اُسامہ بن لادن
سے ملاقات

سیّدنا
سُلیمان بن صرد الخزاعی
رضی اللہ عنہ

نقیب کا
ابوذر بخاری نمبر
فکر و احساس کی شمع فروزاں

کیا اسمِ باری تعالیٰ
"اللہ"
اَل اور اِلٰہ کا مجموعہ ہے ؟

ہندوستان میں انگریز کے گماشتے

دانت دُرست "تَن" دُرست

دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی صحّت کے لیے انتہائی موثّر نباتاتی

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

اچھی صحت کا دارومدار صحّت مند دانتوں پر ہے۔ اگر دانت خراب ہوں یا عدم توجّہی کے باعث گر جائیں تو انسان دُنیا کی بہت سی نعمتوں اور لذّتوں سے لُطف اندوز نہیں ہوسکتا۔ زمانۂ قدیم سے صحتِ دندان کے لیے انسان درختوں کی شاخیں بطور مسواک استعمال کرتا آیا ہے۔ ہمدرد نے تحقیق و تجربات کے بعد دارچینی، لونگ، الائچی اور صحتِ دہن کے لیے دیگر مفید نباتات کے اضافے کے ساتھ "مسواک ٹوتھ پیسٹ" تیار کیا ہے جو دانتوں کو صاف اور سفید رکھنے کے ساتھ مسوڑھوں کو بھی مضبوط، صحت مند اور محفوظ رکھتا ہے۔

سارے گھر کا ٹوتھ پیسٹ

مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ

مسواک کے قدرتی خواص، صحتِ دنداں کی مضبوط اساس

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔

آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔ جانتے ہیں … شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

Adarts-HMPT-22/95

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

مارچ: ۱۹۹۸ء
جلد ۹ شمارہ ۳
قیمت: ۱۵ روپے
Regd: M - No.32

❋ زرِ تعاون سالانہ اندرون ملک ۱۵۰ روپے بیرون ملک ۱۰۰۰ روپے پاکستانی ❋

مجلس ادارت

❋ زیرِ سرپرستی : حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
❋ رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
❋ مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

◎ ابنِ امیرشریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ
◎ پروفیسرخالد شبیر احمد ◎ سیدخالد مسعود گیلانی
◎ مولانا محمد اسحٰق سلیمی ◎ مولانا محمد مغیرہ
◎ عبداللطیف خالد ◎ محمد عمرفاروق
◎ ابوسفیان تائب ◎ ساغراقبالی

رابطہ : دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان: فون: 511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیل نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

آئینہ

دل کی بات:	اداریہ	مدیر	۳
شاعری:	نعت	سید کاشف گیلانی	۷
نقدونظر:	جناب ہارون الرشید! اللہ ـ [illegible]	محمد عمر فاروق	۸
تحقیق:	سیدنا سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ	پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی	۱۱
تحقیق:	کیا اسم باری تعالیٰ "اللہ" آل اور الٰہ کا مجموعہ ہے؟	انجینئر ابوانیس فاروقی	۲۰
روداد:	عظیم مجاہد، مومنِ کامل - اسامہ بن لادن سے ملاقات	احمد معاویہ	۲۵
مقالۂ خصوصی:	ملاوٹ کا انسداد اور اسلامی تعلیمات	پروفیسر عزیزاللہ	۳۰
افکار:	ہندوستان میں انگریز کے گماشتے	محمد عمر فاروق	۳۶
تاریخ:	مفتی صدرالدین آزردہ اور سن ستاون (انگریز جاسوسوں کی زبانی)	ضیاءالدین لاہوری	۳۹
انتخابِ معاصر:	خاندانی منصوبہ بندی یا عذاب؟	ماخوذ	۴۳
ردِّ مرزائیت:	قادیانی جواب دیں	مولانا عبدالواحد مخدوم	۴۴
طنزومزاح:	زبان میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۴۹
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	ذ- بخاری	۵۱
زبانِ خلق:	مرتد اولادِ مرتد اور زندیق (مکتوب)	مولانا سید سلمان احمد عباسی	۵۶
زبانِ خلق:	ابوذر بخاری نمبر..... فکرواحساس کی شمع فرزاں	(مکتوب) پروفیسر خالد ہمایوں	۵۷
ترحیم:	مسافرانِ عدم	ادارہ	۵۸
شاعری:	نظم (خادم حسین) رنگ سخن	(محمد اکرام تائب)	۶۱

دل کی بات

صوبہ پختونخواہ کا مطالبہ

اے این پی اور ایم کیو ایم کی مسلم لیگ سے ناراضی!

گزشتہ ماہ سے ملک کی سیاسی فضا میں خاصی گرمی اور گھما گھمی آگئی ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی اور ایم کیو ایم مسلم لیگ کی حلیف جماعتوں کی صورت میں اُفقِ سیاست پر جلوہ گر تھیں۔ مگر میاں نواز شریف کی حکومت کا ایک سال مکمل ہونے پر یہ دونوں جماعتیں اُن سے ناراض ہوگئیں۔ اے این پی اور ایم کیو ایم نے صدرِ مملکت جناب محمد رفیق تارڑ کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کا بائیکاٹ کیا اور انکے ارکانِ اسمبلی واک آؤٹ کر گئے۔ پیپلز پارٹی کا واک آؤٹ تو یقینی اور روائیتی تھا لیکن حلیفوں کی اچانک بے وفائی غیر متوقع تھی۔ ادھر اے این پی نے صوبہ سرحد کا نام صوبہ "پختونخواہ" رکھنے کا مطالبہ کردیا۔ بلکہ سرحد اسمبلی سے اکثریت کے ساتھ قرارداد بھی منظور کرالی۔ طُرفہ تماشا یہ ہے کہ سرحد اسمبلی میں پیپلز پارٹی کے ارکان نے "پختونخواہ" قرارداد کے حق میں ووٹ دیا۔ جبکہ پارٹی کی چیئرپرسن باقی صوبوں میں اسے ملک کے خلاف سازش قرار دے رہی ہیں۔ ایم کیو ایم کو اپنا درد ہے۔

جناب الطاف حسین نے نواز شریف کا بھائی اور حلیف بن کر جو امیدیں اُن سے وابستہ کی تھیں وہ بَر نہیں آئیں۔ "متحدہ اور حقیقی" کے تصادم میں وہ نواز شریف صاحب کو اپنے پہلو میں دیکھنا چاہتے تھے اور ایسا نہ ہوسکا اے این پی نے بظاہر تو صوبہ سرحد کا نام "پختونخواہ" رکھنے کا مطالبہ کیا اور اس میں کوئی قباحت نہیں تھی اس مسئلہ کو کسی بھی بہتر طریقے سے حل کیا جاسکتا تھا۔ مگر جو تفصیلات اخبارات میں شائع ہوئی ہیں وہ سراسر علیحدگی پسندی، لسانی اور صوبائی تعصب پر مبنی ہیں۔ ریکارڈ کے مطابق انتخابات میں انہیں تنہا کبھی بھی اتنی نشستیں حاصل نہیں رہیں۔ یہ اکثریت بہر حال انہیں مسلم لیگ کا حلیف بن کر ہی حاصل ہوئی۔ اے این پی کی قیادت نے کالا باغ ڈیم کی مخالفت میں بھی صوبائی تعصب کا رنگ بھرا اور اب "پختونخواہ" کے مسئلہ پر بھی "خوامخواہ" تعصب کا رنگ بھر رہی ہے ملک کے سیاسی حلقوں کو خوشی تھی کہ اے این پی اور ایم کیو ایم اب صوبائی تعصب کے دائروں سے نکل کر سیاست کے قومی دھارے میں شامل ہوگئی ہیں۔ لیکن یہ خوشی جلد ہی مایوسی میں بدل گئی۔ یہ ہے جمہوری اتحادی سیاست کا عبرتناک انجام۔

اے این پی اور ایم کیو ایم کی قیادت کے قومی دھارے سے دوبارہ صوبائی دائرے میں جانے

کے اسباب کیا تھے؟ جناب وزیراعظم اوران کی جماعت مسلم لیگ کے لئے یہ سوال فکر انگیز ہے وہ حکومت کے رویوں سے مایوس ہو کر اس راستے پر آنکلے ہیں یا کسی سازش کے تحت؟ جواب مسلم لیگ ہی کے ذمہ ہے لیکن اے این پی اورایم کیو ایم کی قیادت کو بھی اپنے طرزِ عمل پر غور کرنا چاہیے۔ پاکستان کی سلامتی اور بقا تو اختلافی مسئلہ نہیں۔ اسے ہی مقدم سمجھ لیں اور پاکستان کے حال پر رحم کریں۔

"بسنت"........ کافرانہ ثقافت

گزشتہ ماہ لاہور میں ترقی پذیر ملک کے ترقی پسند پاکستانیوں نے بسنت کا تہوار منایا۔ پاکستان ٹیلیویژن، ایس ٹی این اور اخبارات نے اس خالص کافرانہ رسم بد کو فروغ دینے میں جو گھناؤنا کردار ادا کیا وہ یقیناً ایک قومی جرم ہے۔ قیام پاکستان سے قبل ہندو اور سکھ مل جل کر یہ تہوار منایا کرتے تھے۔ بعض مسلمانوں کو نام نہاد رواداری کا ہیضہ ہوتا تو وہ بھی اس گنگا میں نہا لیتے۔ ہندو اور سکھ بھی اپنے اس تہوار کو کسی سلیقے سے منایا کرتے۔ لیکن یہ صورت حال نہ تھی جواب ہے۔

الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی زبانی آج کا پیش منظر کچھ یوں ہے۔

"لاہور میں بسنت کا تہوار جوش وخروش سے منایا گیا، دکانوں پر پتنگیں ختم ہو گئیں۔ زبردست مہنگائی، لوگوں نے منہ مانگے دام دیکر پتنگیں خریدیں، ۴۰۰ افراد زخمی، ۵۰ زخمیوں کی ہسپتال میں حالت نازک، ۵ ہلاک، ۶۳ گرفتار، ایک بندوق، ۶ ماؤزر، ۳ ریوالور، ۳ شاٹ گنیں، ۲ بارہ بور کی شاٹ گنیں، ۳۳ میوزک ڈیک اور ۱۴ لاؤڈ سپیکر، پولیس نے قبضہ میں لے لئے۔ بجلی کے کئی ٹرانسفارمر خراب، ہلاکتیں فائرنگ اور دھاتی تار سے اڑائی جانے والی پتنگوں کے بجلی کے تاروں میں الجھنے سے ہوئیں، بڑی کوٹھیوں اور بنگلوں میں جشن، جوان لڑکیوں اور لڑکوں کی کلاشنکوف سے فائرنگ، بھنگڑے، لڈی ناچ، گانے، بوکاٹا اور موسیقی کی دھنوں کے شور میں زبردست پتنگ بازی، کروڑوں کا جوا، شرطیں اور بڑھکیں۔ قصر حمید شاہ جمال میں بڑی تقریب، امریکی سفارت کار ڈین موزینو، بھارتی مہمان ہندوؤں اور سکھوں، پیپلز پارٹی کی مرکزی اور صوبائی قیادت کی بھرپور شرکت، پی پی رہنماؤں، پولیس اور عوام کا مشترکہ بھنگڑا اور بھنگڑے میں زبردست پیچ لڑاتے رہے۔ ٹیلی ویژن سے امریکی سفارت کار کے تاثرات بھی نشر کئے گئے۔"

اگر آپ شریف آدمی ہیں تو اس منظر کو سامنے رکھ کر خود فیصلہ کیجئے۔ اس بدتمیزی،

بد تہذیبی، ظلم وسفاکی، اسراف و فضول خرچی اور بدمعاشی کو آپ کیا نام دیں گے۔ یہ سرمایہ داروں، صنعتکاروں، جاگیرداروں، اداکاروں اور دولت کے پجاریوں کی خرمستیاں اور بدمستیاں ہی تو ہیں۔ یہ خبیث لوگ دولت کے بل بوتے پر کافروں کے دلّال بن کر مسلمانوں سے ان کی تہذیب، ثقافت، دین، کردار، اخلاق، اور شناخت سب کچھ چھیننا چاہتے ہیں۔ بقاءِ ثقافت اور فروغِ رواداری کے نام پر یہ طوفان بد تمیزی حکمرانوں کی ناک کے نیچے برپا ہوا اور وہ لیلائے اقتدار سے شب باشی کے نشہ میں بدمست ہو کر یہ سب کچھ دیکھتے رہے۔ اس روش بد کو بے ضمیری، بے غیرتی بے حسی، اور بے شرمی کے علاوہ اور کیا نام دیا جاسکتا ہے۔

کیا یہی تکمیل پاکستان کا پروگرام ہے؟ کیا ۲۰۱۰ء کا ترقیاتی پروگرام یہی ہے؟ جناب نواز شریف کی انتخابی تقریر میں خلافت راشدہ کا نظام قائم کرنے کا وعدہ اور عہد کہاں ہے؟ لاہور میں سیاسی "بسنتوں" لُقوں، لفنگوں اور شُہدوں نے جس بے حیائی کے ساتھ دینی تہذیب اور دینی کردار کے قتل عام کا شرمناک مظاہرہ کیا اس کی تمام تر ذمہ داری موجودہ حکمرانوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اگرچہ سابقہ تمام حکمرانوں نے بھی اپنے اپنے عہد اقتدار میں ان قباحتوں کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ لیکن اب تو موجودہ حکمرانوں سے ہی شکوہ کیا جائیگا۔ یہ تو پیپلز پارٹی کا کلچر تھا! مسلم لیگ کو کیا ہوا؟ یہ حقیقت نہیں کہ تم دونوں ایک ہو؟ اگر نہیں تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا اور کیوں ہو رہا ہے؟

ان سطور کے ذریعے ہم پاکستان کے ۹۹ فیصد مسلمانوں کی ترجمانی کرتے ہوئے حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ وہ پاکستان میں کافرانہ تہذیب و ثقافت کے فروغ کے تمام راستے بند کرے۔ نیو ائیر نائٹ پر ہونے والی حرامکاری اور بدمعاشی کو بند کرے۔ ذرائع ابلاغ پر کنٹرول کرے۔ امریکی و بھارتی دلالوں کو نکیل ڈالے اور خرمستوں کو لگام دے۔ ورنہ اس فکری حرامکاری میں ملوث افراد اور ادارے اس کے نتائج بھی بھگتیں گے۔ یہ ملک ہمارا ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم اپنی شناخت، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنے دین اور اپنے کردار و اخلاق کی پوری قوت سے حفاظت کریں گے۔ ہم سے جو ہو سکا وہ کر گزریں گے اور اپنی سچی اقدار بہر قیمت مٹنے نہیں دیں گے۔

کہے دیتے ہیں ہم دھوکا نہ کھانا
ہماری اب طبیعت وہ نہیں ہے

مفتی محمد مجاہد اور مولانا محمد شاہ کی شہادت:

۱۳۔ فروری کو فیصل آباد میں "نوجوان علماء مفتی محمد مجاہد اور مولانا محمد شاہ کو فائرنگ کر کے نامعلوم دہشت گردوں نے شہید کردیا۔ وہ نماز جمعہ اداء کرنے کے بعد رکشہ میں اپنے گھر جا رہے تھے۔ فائرنگ سے رکشہ ڈرائیور غلام حسین بھی شہید ہو گیا۔ مفتی محمد مجاہد، جامعہ امدادیہ کے مہتمم مولانا نزیر احمد کے جواں سال فرزند تھے۔ اور مولانا محمد شاہ، مفتی محمد نعیم شاہ صاحب کے فرزند رعنا۔ اور ہمارے کرم فرما محترم سید خالد مسعود گیلانی کے بھانجے اور مولانا سید فضل الرحمان احرار مرحوم (سلانوالی) کے نواسے تھے۔ دونوں نوجوان کسی بھی فرقہ وارانہ سرگرمی میں کبھی ملوث نہیں ہوئے۔ انتہائی صالح اور خلق انسان تھے۔

وطن عزیز میں دہشت گردی کے عنوان سے جو قتل وغارت گری برپا ہے، حکومت اپنے بلند بانگ دعووٗں کے باوجود اسے روکنے میں بری طرح ناکام ہو گئی ہے۔ اب یہ روز کا معمول ہو گیا ہے۔ کسی شہری کی جان اور مال محفوظ نہیں۔ حکومتی اور سیاسی حلقے خصوصاً پاکستان کے بے دین عناصر اسے مذہبی دہشت گردی قرار دے رہے ہیں۔ حالات وواقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عناصر کی خواہش بھی یہی ہے کہ مذہب کے نام پر قتل وغارت گری کا بازار گرم رہے تاکہ یہ طائفۂ خبیثہ اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کرسکے۔ اگر یہ غلط ہے تو ایسے افسوسناک واقعات کی روک تھام کے لئے حکومت نے کوئی مؤثر اقدام کیوں نہیں کیا؟ مجرموں کو سزا کیوں نہیں دی؟ اور ان وارداتوں کو روکنے میں کیوں ناکام ہے؟ ان سطور کے ذریعے اور اپنے قارئین کی وساطت سے ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ قتل وغارت گری کی اس فضاء کو ختم کرنے کے لئے

اپنے تمام وسائل اور صلاحیتیں وقف کرکے شہریوں کے جان ومال کا تحفظ یقینی بنائے اور عدم تحفظ کے احساس کو ختم کرکے ملک میں امن قائم کرے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچائے۔ یا پھر اپنی نااہلی کا اعتراف کرتے ہوئے مستعفی ہو جائے۔ اراکین ادارہ شہداء کے والدین مولانا نذیر احمد صاحب، مفتی محمد نعیم شاہ صاحب اور تمام پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہیں۔ اور شہداء کے لئے مغفرت وبلندئ درجات کی دعاء کرتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انسانوں کا وہ گروہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت کی نگہبانی، نبی کی نصرت اور سنت کی امانت داری کے لئے منتخب فرمایا ہے اور ان کے قلوب میں اخلاص اور قوت ایمانی کو جاگزیں کردیا ہے اور ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا ہے۔

(الصواعق المحرقہ، شیخ ابنِ امام حجر ہیتمی مکی شافعیؒ)

سید کاشف گیلانی

نعت

آپ ہیں سید کونین رسول عربی
باعثِ خلقتِ دارین رسول عربی
یہ تو اللہ کو ہے علم کہ میں ہوں دن رات
آپکے ہجر میں بے چین رسولِ عربی
آپکے خون سے روشن ہیں صداقت کے چراغ
آپ کا خون ہیں حسنین رسول عربی
علم اور صبر ہوئے آپ کے اندر یک جا
جس طرح ملتے ہیں بحرین رسول عربی
اپنی جاں بیچ کے مل جائیں تو حاصل کرلوں
آپکے پاؤں کے نعلین رسول عربی
مرتبہ کیسے نہ شیخین کا سمجھے کاشف
آپکے ساتھ ہیں شیخین رسولِ عربی

نعت

اس نے جو سیکھا وہ جبریل امیں سے سیکھا
ہم نے اخلاق مدینے کے مکیں سے سیکھا
حسن لاشئے ہے جو ہو حسنِ عمل سے عاری
سب حسینوں نے یہ طیبہ کے حسیں سے سیکھا
دین انکا ہے یقیں انکا ہے ایماں انکا
دین جن لوگوں نے ہے خود شہہ دیں سے سیکھا
اس کو نیکی نہ سمجھ ایسا عمل ہے بے کار
جو عمل ان کے سوا اور کہیں سے سیکھا
نعت کہنے پہ طبعیت جو ہوئی ہے مائل
ڈھب یہ کاشف نے حقیقت میں امیں سے سیکھا

محمد عمر فاروق

جنابِ ہارون الرشید! اللہ سے معافی مانگیئے

بمارے رفیق فکر اور رکن ادارہ جناب محمد عمر فاروق نے ذیل کے خط میں روزنامہ اساس" راولپنڈی کے کالم نگار جناب ہارون الرشید کے ایک کالم پر نقد و نظر کا اظہار کیا ہے انہوں نے یہ خط "اساس" کے علاوہ ہمیں بھی ارسال فرمایا جسے ہم قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

محترم افتخار عادل صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ "اساس" راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ،

امید ہے کہ مزاجِ بخیر ہوں گے۔

روزنامہ "اساس" کی بڑھتی ہوئی مقبولیت پر ڈھیروں مبارکباد قبول فرمائیں۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ تنقیدی آراء اور مضامین کو بھی من و عن چھاپتے ہیں کہ تعمیری تنقید خیر کی راہیں اجالتی ہے۔ اللہ پاک آپ کو صداقتوں کا نقیب بنائیں آمین۔

"اساس" کی ۲۸ جنوری ۹۸ء کی اشاعت میں میرے مہربان محترم ہارون الرشید صاحب کا کالم بعنوان "سیف الملوک" اشاعت پذیر ہوا۔ اس سلسلہ میں چند باتیں پیش خدمت ہیں اس کالم میں جانب ہارون الرشید کا قلم دانستہ یا غیر دانستہ طور پر جناب محمد کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے تربیت یافتہ اور جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تذکرے میں کچھ بے باک ہو گیا ہے۔ انہوں نے قرنِ اول کے جنت نشانوں سے موجودہ بے دین، خود غرض، موقع پرست اور منافق طبقے یعنی سیاستدانوں سے تشبیہ دی جا ہے بے خبری سہی لیکن بہر طور ذم اور توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ جس کی خوفناکی کا اندازہ شاید انہیں دوران تحریر نہ ہو سکا ہو جناب ہارون الرشید نے لکھا ہے کہ

"سیاستدان وہ شخص ہوتا ہے جو ضرورت پڑنے پر بالکل سامنے کی حقیقت سے انکار کر دے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عہد میں سیاست کاروں اور مصلحت پسندوں نے اس کے سوا اور کیا کیا تھا؟ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور پھر ان کے جانشینوں کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے لوگ کون تھے"؟

پہلی بات یہ ذہن میں رہنی چاہیے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان نزاع مروجہ شخصی حاکمیت یا ذاتی دشمنی کی بناء پر ہر گز ہر گز نہ تھا۔ جو بد قسمتی سے آجکل ہمارے معاشرے کا نشانِ امتیاز بن چکی ہے۔ خدا شاہد ہے کہ ان واجب الاحترام دونوں بزرگوں کے درمیان وجہ اختلاف قصاص عثمان رضی اللہ عنہ لینے میں دیر سویر تھی جناب علی رضی اللہ عنہ حالات کے سنبھلنے پر اور جناب معاویہ رضی اللہ عنہ فوری قصاص لینے کے داعی تھے۔ امتِ محمدیہ کے صدیوں پرانے فیصلے کی روشنی

میں دونوں حضرات مجتہد تھے اور دونوں حق پر تھے۔ اگر مجتہد سے اجتہاد کے بعد غلطی ظاہر ہوجائے تو اسے ایک اور اگر کامیابی ہوجائے تو اسے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ لیکن کوئی غیر صحابی کسی صحابی کو خطاء کار قرار نہیں دے سکتا۔ بہر حال ان ہر دو حضرات کے ساتھ صحابہ کرام کی بھاری اکثریت تھی۔ ملاحظہ فرمایئے کہ جناب ہارون الرشید نے ان کی بیعت کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہ کو کیا القاب دیئے ہیں "حقیقت سے انکار کرنیوالے" "سیاست کار" "مصلحت پسند" (العیاذ باللہ)

جنابِ والا! دوسری بات یہ یاد رکھیئے کہ صحابی رضی اللہ عنہ چاہے آخری دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو، ہے تو اللہ کے رسول کا مونس و غمخوار اور رفیق و دمساز، اس کا مرتبہ بلا تفریق مسلک تمام فقیہان و محدثین کے نزدیک بعد میں قیامت تک آنے والے اولیاء، قطب، اور غوث و ابدال سے کروڑوں درجہ افضل و اعلیٰ ہے۔ کیونکہ انہیں صحبت رسول کا شرف حاصل ہے اور قرآن مجید نے انہیں زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآنی شخصیات ہیں نہ کہ تاریخی۔ اسلیے کہ تاریخ انسانوں نے لکھی ہے جبکہ قرآن اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔ جس میں بعد میں آنیوالوں کے لیے ایمان کا معیار صحابہ کے ایمان کو قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کے فیصلے اور احادیث نبوی کی روشنی میں ان قدسی صفت افراد کے خلاف زبان و قلم سے کچھ کہنا یا لکھنا سراسر قرآنی احکامات سے روگردانی کے زمرے میں آتا ہے۔

اگر یہ عظیم لوگ کسی کے ہاتھ بکنے والے ہوتے تو شورش کاشمیری مرحوم کے بقول "ان کو خریدنے والے خود بک بک کر انہیں خریدتے۔" وہ تو اللہ کے رسول کے تربیت یافتہ تھے۔ جن کا تزکیہ نفس خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور ان کے سینوں کو نفاق، بغض و کدورت اور مال کی محبت سے پاک کردیا تھا۔ آجکل کے کسی بے سند مفکر کے پیروکاروں میں ان کی ناقص شخصیت اور تربیت کی بدولت سیاستدانوں کی جملہ آلائشیں تو پیدا ہوسکتی ہیں اور ہیں بھی۔ لیکن نبی علیہ السلام کی پاک تربیت سے آراستہ ان خلد مکانوں میں ان کمزوریوں کا تصور ہی گناہ ہے۔ چہ نسبت خاک بہ عالم پاک را۔ چوتھی بات یہ ہے کہ کون انکار کرسکتا بڈے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ بلوائیوں کے ہاتھوں بے بس ہوگئے تھے۔ جن کی اکثریت ان کا دم بھرنے کی محض دعویدار تھی اور قتل عثمان کا علی الاعلان بہ تعداد کثیر اقرار کرتی تھی۔ اسلیے وہ فوری طور پر قصاص نہ لے سکنے کا عذر پیش فرماتے تھے۔ ان بلوائیوں کے علاوہ کوئی ایسا گروہ نہ تھا جسے سیاستدان یا کھلے لفظوں میں منافق کہا جاسکے۔ صحابہ کرام کی اکثریت نے دونوں بزرگوں کی بیعت کی ہوئی تھی۔ جو حد درجہ بے غرض، جاں نثار اور خلوص قلب سے مزین تھے۔ وہ قول کے پکے تھے۔ جان دے دیتے تھے۔ لیکن اپنی بات سے نہ پھرتے تھے انہوں نے مصلحت کوشیوں کی بجائے حق و صداقت کا ساتھ دیا سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ علی الاعلان کہا۔ جس کی پاداش میں عقوبتوں اور صعوبتوں کی آزمائشوں سے گزرے اور عزیمت کی بے مثال داستانیں جریدہ عالم پر ثبت کرگئے۔

جناب والا! تشبیہ دینے کے لیے مرفوع القلم لوگ بھی چنے جا سکتے ہیں ۔ اللہ کے لیے اپنی پسند کی تشبیہات چسپاں کرنے کیلیے صحابہ رضی اللہ عنہ کے وجود گرامی کو داغدار کرنے کی جسارت نہ کیجئے اپنے ناتراشیدہ الفاظ و تراکیب سے گنبد خضریٰ کے مکین عالی کو نہ تڑپایئے اور پھر افتراق و انتشار کا دروازہ کھلنے میں دیر بھی نہیں لگتی۔

جناب ہارون الرشید! اللہ کے حضور معافی مانگیں۔ اسی میں ایمان کی سلامتی، آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے۔ اپنی غلطی سے رجوع کیجئے کہ غلطی کا اعتراف کر لینا، ہمیشہ اہل علم کا شیوہ رہا ہے۔

آج سے قریباً پون صدی پیشتر کچھ بھول غیر دانستہ ایک جلیل القدر عالم دین، محدث، مفکر، فقیہہ اور مؤرخ جناب مولانا سید سلیمان ندوی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی ہوئی (جن کے فضل و کمال سے استفادہ کرنا علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ بھی باعث فخر سمجھتے تھے تو انہوں نے اسے انا کا مسئلہ بنانے کی بجائے بلا تاخیر ان الفاظ کے ساتھ اللہ کے حضور اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا تھا کہ

"غزوہ بدر کی روایتوں کی تنقید کے سلسلہ میں ایک مقام پر اس نافہم، ہیچمدان کے خطا کار قلم سے حضرت کعب بن مالک صحابی رضی اللہ عنہ کی روایت پر نامناسب تنقید لکھی گئی تھی۔ جس سے ایک گھرانہ کے ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ کی شان میں سوء ظن کا پہلو پیدا ہوتا تھا۔ جس پر مجھے شرمندگی ہے۔ اور اب میں اپنی اس غلطی و نادانی کو مان کر اس عبارت کو قلمزد کر کے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برات کرتا ہوں اور اللہ تعالی سے عفو کا خواستگار ہوں۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش

عذر بہ درگاہ خدا آورد

(سیرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ دیباچہ طبع چہارم)

میرے محترم! اللہ تعالیٰ آپ کو صداقتوں کا راہی بننے کی توفیق دے آمین ۔ محترم ہارون الرشید صاحب کی تحریر سے واقعتاً دل دکھا ہے اور دلی جذبات نوک قلم پر آ گئے۔ دل میں رہتے تو بغض کا روپ دھار لیتے۔ جو فی الحقیقت منافقین کا شیوہ ہے۔ میرے کسی فقرے یا تحریر سے جناب ہارون الرشید برانگیختہ نہ ہوں ۔ بلکہ انہیں میرے جذبات کی تیزی سمجھ کر معاف فرما دیں۔

امید ہے کہ آپ میری ان گزارشات کو اخبار میں جگہ دے کر سچائی کی روشنی عام کرنے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ جس کا اجر یقیناً اللہ کے ہاں ہے۔ فقیر بجز دعاؤں کے دامنِ دل میں کچھ نہیں رکھتا سو یہ خزانہ لٹاتا رہتا ہوں۔

والسلام نیاز مند محمد عمر فاروق

(تلہ گنگ۔ ضلع چکوال)

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی حویلیاں، ہزارہ

سیدنا سلیمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ

نسب نامہ: سلیمان بن صرد بن الجون بن ابی الجون بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم بن خُبیس بن حرام بن حبشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو بن ربیعہ خزاعی۔

سلیمان رضی اللہ عنہ کا نام جاہلیت میں یسار تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سلیمان رکھا ان کی کنیت ابو مطرف تھی اور ان کا تعلق عرب کے مشہور قبیلہ بنو خزاعہ سے تھا۔ ان کی ولادت بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریباً پندرہ سال قبل ہوئی ابن سعد، استیعاب اور الاصابہ میں ان کے قبول اسلام کے زمانہ کی کوئی صراحت نہیں ہے۔ البتہ شاہ معین الدین ندوی نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ (سیر الصحابہ ج ۷ صفحہ ۲۸۹ جبکہ طالب ہاشمی کے نزدیک وہ غزوہ احزاب سے پہلے مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ (آسمان ہدایت کے ستر ستارے) سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صاحب مرتبہ و شرافت، فاضل، عابد اور نیک سیرت کے حامل تھے (استیعاب مع الاصابہ ج ۶ صفحہ ۶۳) ان سے ابو اسحٰق سبیعی، یحیٰ بن یعمر، عبداللہ بن یسار، ابو الضحیٰ اور عدی بن ثابت نے روایت کی ہے۔ اور خود انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے۔ مشکوٰۃ طبرانی، صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ان کی روایت موجود ہے۔

۱۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبکہ غزوہ احزاب میں کفار متفرق ہو کر منتشر ہو گئے فرمایا کہ اب ہم ان سے جنگ کریں گے اور وہ ہم سے جنگ نہیں کریں گے اور ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری)

۲۔ سلیمان بن صرد کہتے ہیں کہ دو آدمیوں نے آپس میں سخت کلامی کی اور ان میں سے ایک کا غصہ زیادہ بڑھ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اسے کہہ لے تو غصہ فرو ہو جائے۔ وہ کلمہ یہ ہے میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں"۔

ان رجلین تلاحیا فاشتد غضب احدھما فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انی لاعرف کلمتہ لوقالھا سکن غضبہ اعوذباللہ من الشیطان الرجیم"۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، الاستیعاب ۲ صفحہ ۶۵، اسد الغابہ ۴ صفحہ ۱۶۸)

عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں دو تین روایات کے علاوہ ان کی کسی غزوے یا سریہ میں شرکت یا کسی دوسرے کارنامے سے کتب تاریخ و سیرت خاموش ہیں۔ اسی طرح عہد صدیقی رضی اللہ عنہ، عہد فاروقی رضی اللہ عنہ اور عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں بھی ان کی سرگرمیوں اور کارناموں کا اشارۃً بھی کوئی ذکر نہیں ملتا۔ حالانکہ ان ادوار میں وہ عالم شباب میں تھے۔ اس طویل عرصے میں صرف ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا ہے کہ جب

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں کوفہ میں پہلی مرتبہ مسلمان آباد ہوئے تو انہوں نے بھی محلہ بنی خزاعہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ اس کے بعد عہد مرتضوی میں صرف جنگ صفین میں ان کا یہ کردار سامنے آتا ہے کہ انہوں نے اس جنگ میں بعمر پینسٹھ سال شامی فوج کے مشہور بہادر حوشب ذی ظلیم الالعانی کو قتل کیا اور خود بھی شدید زخمی ہوئے۔ (استیعاب ج ۲ صفحہ ٦۴، اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱٦۷، الاصابہ ج ۲ صفحہ ٦۷)
جنگ صفین میں ہی بموقع تحکیم مؤرخین نے ان کی طرف یہ قول بھی منسوب کیا ہے کہ تب معاہدہ تحکیم تحریر کیا گیا تو یہ اس سے بہت مغموم ہوئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین اگر اس وقت کوئی مددگار ہوتا تو ہم ہرگز یہ معاہدہ منظور نہ کرتے۔ (اخبار الطوال صفحہ ۱۹۸)۔

معاہدہ تحکیم امت کے لیئے رحمت اور باعث اطمینان و سکون تھا جسے فریقین نے برضا و رغبت قبول کر لیا تھا۔ ایک صحابی کیوں کر اس کی مخالفت کر سکتے تھے۔ یہ سب سبائیوں اور رافضیوں کی تلبیسات ہیں۔
صاحب اخبار الطوال ابو حنیفہ دینوری ناقابل اعتبار، کذاب اور رافضی ہے۔
جنگ صفین کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری تک تاریخ کے صفحات پھر ان کے ذکر سے خاموش ہیں۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے طویل دور خلافت ۴۱ھ تا ٦۰ھ میں بھی گوشہ و خانہ نشین بلکہ خلافت کے مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتے ہیں۔
اہل سیر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انہیں بعمر اٹھاسی ۸۸ برس میدان عمل میں کھینچ لاتے ہیں اور ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ تمام ہی اہل سیر شیعہ کی اس کذب بیانی کا شکار ہو گئے کہ ان کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز تھا اور ان ہی کی طرف سے سب سے پہلے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی گئی۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت پر جب کوفہ تشریف لے آئے تو وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے:

کان فیمن کتب الی الحسین بن علی رضی اللہ عنہما یسئلہ القدوم الی الکوفتہ فلما قدمھا ترک القتال معہ۔(طبقات ابن سعد اردو ج٦ صفحہ ۵۸، الاستیعاب فی معرفتہ الاصحاب ج۲ صفحہ٦۴ اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ ج۴ صفحہ ۱٦۷، الاصابہ فی تمییزالصحابہ ج۲ صفحہ۷٦ ، سیر الصحابہ ج۷ صفحہ ۸۳،

آسمان ہدایت کے ستر ستارے صفحہ ۳۷۹۔ اخبار الطوال ۱۹۸، تاریخ طبری اردو ج ۴ صفحہ ۱۷۸، تاریخ ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۱۵، تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۸۱، تذکرہ الاطہار ترجمہ کتاب الارشاد از علامہ شیخ مفید صفحہ ۲۵۷، جلاء العیون تحت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ)
اب خط کا مضمون بحوالہ طبری ملاحظہ فرمائیں:

سلیمان بن صرد کے مکان میں شیعہ جمع ہوئے۔ معاویہ کے مر جانے کا ذکر کر کے سب نے خدا کا شکر کیا ابن صرد نے کہا کہ معاویہ ہلاک ہو گیا اور حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت میں تأمل کیا اور وہ مکہ میں چلے آئے ہیں تم لوگ ان کے اور ان کے والد کے شیعوں میں ہو اگر تم ان کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنا

چاہتے ہو تو ان کو لکھو اور اگر تم کو اندیشہ ہو ڈر جانے کا یا بزدلی کرنے کا تو ان کو دھوکا نہ دو۔ سب نے کہا ہم ان کے دشمن سے قتال کریں گے اپنی جانیں ان پر نثار کریں گے۔ کہا اچھا ان کو لکھ بھیجو خط لکھا گیا۔

حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو سلیمان بن صرد اور میب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر اور کوفہ کے شیعہ مؤمنین مسلمین کی طرف سے۔ ہم لوگ حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی سزاوار پرستش نہیں ہے۔ بعد اس کے شکر ہے اللہ کا کہ اس نے آپ کے سرکش وگمراہ دشمن کو خاک میں ملادیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبالیا تھا۔ غنائم کو چھین لیا تھا ان کی بغیر مرضی ان کا حاکم بن بیٹھا تھا نیک بندوں کو اس نے قتل کرڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا۔ مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا۔ عذاب اس پر نازل ہو جس طرح ثمود پر نازل ہوا۔ ہم لوگوں کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں۔ آپ تشریف لائیے۔ شاید آپ کی وجہ سے خدا ہم سب کو حق پر مجتمع کردے۔ نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں۔ ہم جمعہ میں ان کا ساتھ نہیں دیتے نہ عید گاہ میں ان کے ساتھ جاتے ہیں۔ ہمیں اتنا معلوم ہو جائے کہ آپ ہمارے پاس تشریف لارہے ہیں تو ہم ان کو اس طرح نکال دیں کہ انہیں شام میں انشاء اللہ چلا جانا پڑے۔
والسلام ورحمتہ اللہ علیک

اس خط کو عبداللہ بن سبع ہمدانی اور عبداللہ بن دال کے ہاتھ روانہ کیا اور انہیں حکم کیا کہ جلد پہنچا دیں۔ دونوں شخص بتعجیل روانہ ہوئے۔ یہ خط رمضان کی دسویں تاریخ مکہ میں حسین رضی اللہ عنہ کو پہنچا (تاریخ طبری اردو ج ۴ صفحہ ۱۷۸، تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ صفحہ ۱۵، تاریخ ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۸۲

سخت حیرت اور تعجب ہے کہ مؤرخین اور اہل سیر نے اس جعلی خط کی نسبت سلیمان بن صرد کی طرف کردی۔ جنہیں شرف صحبت حاصل ہے جو فاضل، عابد اور نیک سیرت کے حامل ہیں۔ یہ خط ایسے کردار کے حامل شخص کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

واقعہ کربلا پر سب سے پہلے ابو مخنف لوط بن یحیٰ کوفی متوفی ۱۷۰ھ نے مقتل الحسین کے نام سے کتاب لکھی جس کا کوئی قلمی نسخہ بھی آج موجود نہیں ہے۔ لیکن ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اس کی کتاب کا کل مواد "قال ابو مخنف" کی تکرار سے اپنی تاریخ میں درج کردیا۔ جو واقعہ کربلا کے تقریباً سو برس بعد محض سماعی روایتوں سے مرتب ہوا۔ کیونکہ ابو مخنف خود واقعہ کا شاہد نہیں ہے۔

یہ خط بھی طبری نے ابو مخنف کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ اس ذات شریف کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں کہ:

لوط بن یحییٰ اخباری قصہ گو ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابو حاتم نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ دار قطنی کہتے ہیں ضعیف ہے۔ ابن معین کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور کچھ بھی نہیں۔ ابن عدی کا قول ہے یہ تو جلا بھنا اور آگ لگانے والا شیعہ ہے اور شیعوں کا قصہ گو ہے۔ (میزان الاعتدال ۳ صفحہ ۴۲۰)

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ:

ابو عبید الاجری کا بیان ہے کہ میں نے ابو حاتم رازی سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ کو

جھاڑ دیا یعنی نفرت و حقارت کا اظہار کیا امام احمد نے فرمایا اس کے متعلق پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟
(لسان المیزان ج ۴ صفحہ ۴۹۲) شیعہ علماء بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:
"انہ لاینبغی التامل فی کونہ (لوط بن یحییٰ) شیعیا امامیا" یعنی لوط بن یحیٰ کے شیعہ امامی ہونے میں کسی کو شک نہ کرنا چاہیئے۔ (تنقیح المقال ج ۲ صفحہ ۴۴، اعیان الشیعۃ ج ۱ صفحہ ۱۵۳)
علاوہ ازیں اس جعلی خط کے ناقل جناب طبری ہیں۔ جنہوں نے اس وضعی داستان کو اپنی کتاب میں جگہ دے کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا کی راہ ہموار کی خیر سے یہ بزرگ بھی ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو شیعیت میں غلو رکھتا تھا طبری نے سیدنا معاویہ کے نام کے ساتھ یہ کے الفاظ لکھے ہیں (اعاذنا اللہ منہ)۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ "کان یضع للروافض طبری رافض کے لیئے روایات وضع کیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج ۳ صفحہ ۳۵)
امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ابن جریر طبری کی وفات ۳۱۰ھ میں پچاسی یا چھیاسی سال کی عمر میں ہوئی اور اپنے گھر میں ہی دفن کیئے گئے کیونکہ کچھ حنابلی حضرات نے دن کے وقت انہیں دفن کرنے سے روک دیا تھا اور انہیں رافضیوں کی طرف منسوب کیا تھا۔ (البدایہ والنھایہ ج ۱۱ صفحہ ۱۴۷)
جس خط کا راوی بھی شیعہ ہو اور ناقل بھی شیعہ تو اس پر کوئی شیعہ ہی اعتبار و اعتماد کر سکتا ہے۔
مذکورہ خط کا مضمون بھی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو کجا ایک عام مسلمان کے کردار کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتا اس کا ایک ایک لفظ اس جھوٹی نسبت پر شاھد ہے۔ ذرا غور فرمائیں کہ:
۱۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سلیمان بن صرد کے گھر شیعہ جمع ہوتے ہیں اور معاویہ کی موت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہیں۔۔۔ کیا کسی کی موت پر خوش ہونا اور شکر ادا کرنا (اور وہ بھی ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، کاتب وحی، خلیفہ المسلمین کی موت پر کسی مسلمان کا شیوہ ہو سکتا ہے؟
۲۔ سلیمان بن صرد اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہیں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی نصرت اور ان کے دشمن سے جہاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور انہیں ڈرنے اور بزدلی کا مظاہرہ کرنے سے منع کرتے ہیں ۔۔۔۔ لیکن جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان کی دعوت قبول کر کے کربلا میں روک دیئے جاتے ہیں تو جہاد پر وعظ کرنے والا، محبت حسین رضی اللہ عنہ کا دم بھرنے والا، لوگوں کو بزدلی کا مظاہرہ کرنے سے منع کرنے والا خود نہ تو سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد کرتا ہے اور نہ ہی ان کی معیت میں ان کے دشمن کے خلاف جہاد میں کوئی حصہ لیتا ہے۔ بلکہ بد ترین قسم کی بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خانہ نشین ہو جاتا ہے۔
ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

یہ (سلیمان بن صرد) ان میں سے ہیں جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تھا کہ آپ کوفے میں آیئے جب آپ کوفے میں آئے تو ان سے الگ ہو گئے۔ ان کا ساتھ نہ دیا۔

طبقات ابن سعد اردو ج ۶ صفحہ ۵۸، اسد الغابہ ج ۴ صفحہ ۱۶۷، استیعاب ج ۲ صفحہ ۶۴، الاصابہ ج ۶ صفحہ ۷۶)
شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ لیکن یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے

تو سلیمان ان کی کوئی مدد نہ کر سکے اور کربلا کا واقعہ ہائلہ پیش آ گیا"۔ (سیر الصحابہ ج ۷ صفحہ ۸۳)
طالب ھاشمی صاحب لکھتے ہیں کہ: "جب یزید تخت حکومت پر بیٹھا اور کوفہ میں سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حامیوں کی جماعت بنی تو اس تنظیم میں حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ وہ نہایت عابد و زاھد اور اپنی قوم میں بہت با اثر تھے چنانچہ ان کا مکان جو خزیمہ کے محلے میں واقع تھا حامیان حسین رضی اللہ عنہ کی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا، یہیں سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تشریف لانے کے دعوت نامے بھیجے جاتے تھے لیکن حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں تشریف لے آئے تو حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ان کی کچھ مدد نہ کر سکے......
(آسمان ہدایت کے ستر ستارے ۳۷۹)

کیا یہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۳۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت سب سے پہلے سلیمان بن صرد کی طرف سے دی جاتی ہے۔ ان ہی کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز ہے اور یہ اپنی قوم میں با اثر شخص بھی ہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ان خطوط کے جواب میں خود تشریف لے جانے سے قبل اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس روانہ کرتے ہیں۔ یہ کوفہ پہنچ کر سیدھے مختار بن ابی عبید کے گھر قیام کرتے ہیں۔ حالانکہ انہیں تو اپنے مرکز یعنی سلیمان بن صرد کے گھر ٹھہرنا چاہیئے تھا۔ یا پھر ان لوگوں کے گھروں میں قیام کرنا چاہیئے تھا جنھوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تھے۔ خطوط لکھنے والوں میں کوئی نام مختار بن ابی عبید یا ہانی بن عروہ نہیں ہے۔

علاوہ ازیں یہ مختار تو اہلبیت کا دشمن تھا۔ اسی نے تو اپنے چچا سعد بن مسعود سے کہا جو کہ مدائن کا گورنر تھا۔ کیا تم کو دولت و عزت حاصل کرنے کا راستہ بتاؤں؟ کہا کیا مطلب؟ کہا حسن رضی اللہ عنہ کو پکڑو اور قید کر کے معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو سعد بن مسعود نے کہا خدا تجھ کو رسوا کرے اور تیسری تدبیر کو غارت کرے کیا میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دھوکہ بازی کروں؟ (البدایہ والنہایہ ج ۸ صفحہ ۱۴)

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اپنے قیام کوفہ کے دوران مکان تبدیل کرتے رہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر بھی قیام کیا لیکن سلیمان بن صرد کے گھر ایک مرتبہ بھی نہ جا سکے۔

۴۔ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار حامیان حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کی ایک ابن صرد کا نام ان میں بھی کہیں نظر نہیں آتا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سخت ترین آزمائش سے دوچار ہوئے۔ ابن زیاد نے انہیں گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس دور آزمائش میں ایک بڑھیا نے ان کے لیئے اپنے گھر کا دروازہ کھول دیا، ہانی نے انہیں پناہ دی۔ نتیجتاً وہ گرفتار ہوئے اور ایک جم غفیر نے ہانی کی رہائی کے لئے گورنر ہاؤس کا محاصرہ کیا۔ لیکن سلیمان بن صرد۔ اس تحریک کے بانی اور زبردست حامی حسین رضی اللہ عنہ کا کہیں دور دور بھی نام نظر نہیں آتا۔

کیا یہ کسی محب حسین رضی اللہ عنہ اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۵- خط میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اللہ نے آپ کے سرکش و گمراہ دشمن کو خاک میں ملا دیا جس نے اس امت کی حکومت کو دبا لیا تھا، غنائم کو چھین لیا تھا، ان کی مرضی کے بغیر ان کا حاکم بن بیٹھا تھا، نیک بندوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا اور بدکاروں کو رہنے دیا تھا، مال خدا کو ظالموں میں دست بدست وہ پھرا رہا تھا، عذاب اس پر نازل ہو جس طرح ثمود پر نازل ہوا''۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزامات خط کے جعلی اور وضعی ہونے کا واضح ثبوت ہیں اوپر اہل سیر کے حوالے سے یہ بتایا جا چکا ہے کہ سلیمان بن صرد نیک و صالح شخص تھے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب نیک بندوں کو قتل کر ڈالا تھا تو اتنے مشہور، مقبول اور صالح شخص زندہ کیسے بچ گئے؟ پھر جس خلیفۃ المسلمین کا (العیاذ باللہ) ایسا مکروہ کردار رہا ہو اسے تو ایک لمحے کے لئے بھی برداشت نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ سخت حیرت ہے کہ ایسے کردار کے حامل شخص کو تقریباً بیس سال تک برداشت کیا جاتا رہا۔

اس پورے دور میں چند حضرات نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ناکام بنانے کی کوشش کی اور کوفہ کی جامع مسجد میں دوران خطبہ جمعہ گورنر پر کنکر پھینکے جس کی پاداش میں ان کے ہاتھ کاٹے گئے۔۔۔ حجر بن عدی کو گرفتار کرنے کے لئے پولیس گئی تو اسے متعدد مرتبہ ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، ان کے رفقاء نے بھرپور مزاحمت کی۔ پھر جب وہ گرفتار ہوئے تو کوفی سردار مالک بن، ہبیرہ سکونی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسے معاف کر دینے کی سفارش کی تو اسے مسترد کر دیا گیا۔ اس کے بعد مالک بن ہبیرہ تو اپنے مکان پر مقابلہ کرنے کے لیئے اپنی قوم کو اکٹھا کرتا ہے لیکن سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا نام و نشان کہیں بھی نظر نہیں آتا۔

کیا یہ کردار کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہو سکتا ہے؟ کیا خط کا مضمون کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو سکتا ہے؟

۶- خط میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ نعمان بن بشیر قصر امارت میں موجود ہیں ہم جمعہ اور عید میں ان کا ساتھ نہیں دیتے۔۔ یہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی ابن صحابی ہیں کیا کسی صحابی کی اقتدا میں قصداً و عملاً نماز کا ترک کرنا کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہو سکتا ہے؟

۷- امیر یزید کے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی سلیمان بن صرد کا گھر حامیان حسین رضی اللہ عنہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیئے دعوت نامے بھیجے جاتے ہیں۔۔۔ لیکن اس پہلی نشست کی صدارت کرنے کے بعد سلیمان بن صرد یزید کے پورے دور میں تاریخ کے صفحات سے غائب ہو جاتے ہیں۔ ابن صرد جیسے محب حسین رضی اللہ عنہ بہادر اور ہر دلعزیز سردار نہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد کرتے ہیں، نہ کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیتے ہیں اور نہ ہی واقعہ حرہ میں مخالف کیمپ میں کہیں نظر آتے ہیں۔ کیا صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی کردار ہوتا ہے؟

۸- امیر یزید کی وفات ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو ہوئی۔ واقعہ کربلا کے بعد تین سال دو ماہ اور چار دن تک وہ زندہ رہا۔ اس دوران سلیمان بن صرد کی کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی۔ یزید کی وفات کے فوراً بعد سیاسی اور ملکی

حالات پلٹا کھاتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حجاز میں اپنی خلافت کا اعلان کر دیتے ہیں ادھر شام میں معاویہ ثانی کی دست برداری کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۶۵ھ میں نظام خلافت سنبھال لیتے ہیں۔ جس سے ملکی سطح پر دونوں حضرات کے مابین کش مکش پیدا ہو جاتی ہے۔ عراق کا علاقہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آجاتا ہے۔ اور کوفہ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری گورنر مقرر کیئے جاتے ہیں۔ اب یکایک سلیمان بن صرد اپنے سابقہ کردار پر نادم ہوتے ہیں، توبہ کرتے ہیں اور خون حسین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیئے توابین کی جماعت منظم کرتے ہیں۔۔۔ ادھر مختار بن ابی عبیدہ بھی یہی نعرہ لے کر اٹھتا ہے لیکن ابن صرد کے ساتھ تعاون کے بجائے اپنی امارت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ سلیمان بن صرد پہلے خفیہ طور پر اپنی تحریک منظم کرتے رہے لیکن جب گورنر کوفہ نے اس تحریک کی حمایت کی تو کھل کر میدان میں آگئے اور سولہ ہزار کا لشکر اکٹھا کر کے موصل کی طرف پیش قدمی کا اعلان کر دیا۔

موصل شام کی سرحد پر واقع ہے اور ابن زیاد یہاں کا گورنر تھا۔ سلیمان بن صرد کے ساتھیوں میں سے عبداللہ بن سعد نے کہا چونکہ ہم لوگ قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیئے نکلے ہیں اور تقریباً کل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں موجود ہیں لہذا ان کو چھوڑ کر کہاں خاک چھاننے جا رہے ہو؟ ہمراہیوں نے بھی اس سے اتفاق کیا لیکن ابن مرد نے اختلاف کر کے ابن زیاد کے ساتھ لڑنے کو ترجیح دی کہ یہاں کامیابی کی صورت میں دوسروں کو زیر وزبر کرنا آسان ہو جائے گا۔ (ابن خلدون ج ۲ صفحہ ۱۵۲)

چنانچہ سولہ ہزار پر مشتمل یہ لشکر عین الوردہ کے مقام پر پہنچنے تک صرف چار ہزار تک محدود ہو گیا۔ اب جنگ کا حال بزبان طبری ہدیہ خدمت ہے۔

"اب انہوں نے ایسی شمشیر زنی کی سب لوگ حملہ کرنے کو تلواریں سونت کر گھوڑوں سے کود پڑے، کاٹھیوں کو توڑ توڑ کر پھینک دیا، سواروں نے سواروں پر حملہ کیا۔ تلوار چلی۔ اہل شام میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور بہت شامیوں کو زخمی کر دیا۔ حصین نے ان کے ثبات قدم ان کی سطوت کو دیکھ کر پیادوں کو بھیجا کہ انکو تیروں کا نشانہ بنائیں اب سواروں اور پیادوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی حالت میں سلیمان بن صرد رحمتہ اللہ علیہ قتل ہو گئے۔ (تاریخ طبری اردو ۴ صفحہ ۱۷۴)

حافظ ابن عبدالبر اور ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں کہ "کان سلیمان یوم قتل ابن ثلاث و تسعین سنتہ" سلیمان بن صرد قتل کے وقت ترانوے ۹۳ سال کے تھے۔ (استیعاب مع الاصابہ ج ۲ صفحہ ۶۴، ۶۷)

اس داستان سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار حیدری کسی طرح ان کے ہاتھ لگ گئی اور پیرانہ سالی میں بعمر ۹۳ سال شامی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگانے کے بعد واصل بحق ہو گئے۔

حیرت ہے کہ اصل قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کوفہ میں موجود ہیں اور موصوف انہیں چھوڑ کر موصل کی طرف رواں دواں ہیں۔ یہ بھی ایک معمہ ہے نہ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا صاحب مشکوٰۃ اس تکلف میں پڑے بغیر بڑی خوبصورتی کے ساتھ آگے نکل گئے۔ آپ کی کنیت ابو مطرف ہے قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے

بہت بڑے فاضل عابد اور نیک مزاج واقع ہوئے تھے۔ ابتدا سے ہی کوفہ کو مسکن بنا لیا تھا۔ آپ نے ۹۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ صُرَد میں ص کا پیش اور ر پر زبر پڑھنا چاہیئے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۹۷)

مذکورہ بالا تفصیل سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

۱۔ سلیمان بن صرد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے۔

۲۔ دور فاروقی رضی اللہ عنہ میں انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔

۳۔ دور مرتضوی میں انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صرف جنگ صفین میں حصہ لیا۔ (اس کا تعلق مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے) جبکہ جنگ جمل میں ان کی شرکت کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

۴۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم کر لی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف شورش پسندوں کی کسی کاروائی میں کبھی کوئی حصہ نہیں لیا۔

۵۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا گھر حامیان حسین کا مرکز بن گیا اور وہاں سے خطوط لکھے گئے۔

۶۔ اگر ان کا گھر مرکز ہوتا یا وہ خط لکھتے تو مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ان ہی کے گھر قیام کرتے اور وہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیتے۔

۷۔ خط کا افسانہ بالکل من گھڑت، وضعی اور جعلی ہے۔ اور سبائیوں کا یہ پرانا وطیرہ ہے۔ وہ اس سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ، سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ، ازواج مطہرات اور دیگر صحابہ کے نام سے بھی جعلی خطوط لکھ کر فتنہ و فساد پھیلا چکے ہیں۔

۸۔ سلیمان بن صرد کے حالات زندگی اور کردار سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امیر یزید کی بھی بیعت کر رکھی تھی۔ کیونکہ اس دوران بھی انہوں نے کسی شورش میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

۹۔ امیر یزید کی وفات کے بعد خلافت کا مسئلہ متنازع ہو گیا۔ شام میں معاویہ ثانی اس کام کے لئے آمادہ نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ چھ ماہ کے بعد امور خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ لہذا اہل حجاز اور اہل عراق نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی، اس وقت کوفہ میں ابن زیاد کی طرف سے عمرو بن حریث گورنر تھے لوگوں نے انہیں وہاں سے نکال دیا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

۱۰۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بھی ان مبایعین میں شامل تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے تو ابن صرد رضی اللہ عنہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

۱۱۔ ابن زیاد جناب مروان رضی اللہ عنہ کی طرف سے موصل کا گورنر تھا۔ اس کا کوفہ میں موجود قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی رابطہ اور تعلق نہیں تھا۔ لہذا یہ کہنا کہ پہلے ابن زیاد کا کام تمام کر لیا جائے پھر دیگر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے نمٹنا آسان ہو جائے گا، کوئی معنی نہیں رکھتا۔

۱۲۔ ابن صرد رضی اللہ عنہ اگر کوفہ میں موجود قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام لیتے تو گورنر کوفہ کے لئے

مسئلہ پیدا ہوتا اور یہ کام بیعت کے تقاضے کے بھی خلاف تھا۔ لہذا انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مخالفین کے خلاف قدم اٹھایا جبکہ انہیں خلافت کی پوری پشت پناہی حاصل تھی ۔ اگرچہ مؤرخین نے اسے قصاص حسین رضی اللہ عنہ کا نام دیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے کیونکہ اصل قاتلین جن کے ناپاک ہاتھ خون حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رنگے ہوئے ہیں کوفہ میں موجود ہیں ان تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ بھی نہیں ہے۔ انہیں چھوڑ کر ابن زیادہ کی طرف رخ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقصد قصاص حسین رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ خلافت مروان رضی اللہ عنہ کا خاتمہ ہے۔

۱۳ ۔ توابین جس کے سربراہ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بتائے جاتے ہیں۔ ان کا پہلا کام تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ امیر یزید کی وفات کے بعد جب انہوں نے ابن زیاد کے مقرر کردہ گورنر عمرو بن حریث کو کوفہ سے نکال دیا تو کوفہ کا نظم و نسق خود سنبھال کر قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے انجام تک پہنچاتے ۔ اس وقت ایسا کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کیونکہ گورنر کی مسند خالی تھی۔ لیکن انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی۔ اس کے بعد جب ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن یزید گورنر مقرر ہو کر آئے تو ان کی بھی خوب اطاعت کی۔

۱۷ ۔ مختار بن ابی عبید سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ہرگز محب وحامی نہیں تھا۔ اس نے پہلے انعام کے لالچ میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کرنے کی کوشش کی، پھر کربلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی کوئی مدد نہیں کی۔ بعد میں اپنے اقتدار کی خاطر خون حسین رضی اللہ عنہ کو آڑ بنایا۔ محمد بن حنفیہ کا اعتماد بھی حاصل کیئے رکھا اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی گورنری کا پروانہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ کوفہ میں قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر قصہ امارت پر قبضہ کیا، خون حسین رضی اللہ عنہ معاف کرنے کا اعلان کیا۔ قاتلین سے کوئی تعرض نہ کیا بلکہ انہیں اپنا مقرب بنایا ۔ بعد میں جب اس کے خلاف بغاوت ہوئی تو پھر اس نام کی آڑ میں خوب خون ریزی کی اقتدار کے نشے میں اندھا ہو کر اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا جسے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کوفہ سے بھاگ کر آنے والے "قاتلین حسین رضی اللہ عنہ" کے تعاون سے کیفر کردار تک پہنچا کر باعث عبرت بنا دیا۔ اس کے ساتھ جو لوگ خون حسین رضی اللہ عنہ کی آڑ میں قتل و غارت میں ملوث تھے جن کی تعداد چھ ہزار تھی انہیں بھی گرفتار کر کے کھلے میدان میں نہ تیغ کر دیا۔ بہرحال سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ وہ ساری زندگی خلافت کے مطیع و فرمانبردار رہے۔ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف ان کے جس خط کا مؤرخین نے ذکر کیا ہے وہ جعلی، وضعی، جھوٹ کا پلندہ اور سبائیوں کی کاوش ہے۔ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کا دامن اس سے پاک ہے۔ ان اریدالا الاصلاح مااستطعت وما توفیقی باللہ۔

○

انجینئرابو انیس فاروقی

کیا اسم باری تعالیٰ اللہ اَل اور اِلٰہ کا مجموعہ ہے؟

مدبر کائنات.....خلاق العلمین کی ذات کامل و اکمل جس طرح لم یلد ولم یولد (کسی کی اس سے ولادت ہوئی نہ اس کی کسی سے ولادت ہوئی ہے کیا اسی طرح "لفظی ساخت" کے اعتبار سے اس کے اسم مقدس ومطہر، اعظم وارفع.....اللہ.....کی کیفیت ہے؟ اس مؤقر جریدے کے توسط سے یہ سوال لیکر عوام وخواص کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے

جو کچھ ذیل کی سطور میں رقم ہوا ہے اس کا محض تنقیدی جائزہ ہی نہیں لیا جائیگا بلکہ امید واثق ہے کہ پورے انہماک کے ساتھ غور وفکر بھی کیا جائے گا۔

طالب علمی کے زمانے میں جب عربی قواعد وضوابط کا مطالعہ کررہا تھا تو اکثر علماء صرف نحو کا یہ قول وقف اضطراب کیے رکھتا کہ.....الٰہ..... نکرہ ہے اور ...اللہ... معرفہ ہے نیز ثلاثی مجرد ومزید فیہ کے ابواب اِلہَ -یاَلہُ ،لاَہَ -یلُوہ - ولہ - یولہ اور تالہ -یتالہ وغیرہ سے مشتق ہے

(درایۃ النحو شرح ھدایۃ النحوص ۵ سطر ۶ تا ۸)

(ناشر کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

گویا الہ پر ال کے اضافے سے "اللہ" بن جاتا ہے اسم اعظم کی یوں لفظی ساخت میرے متجسس ذہن کی سطح پر سوالیہ نشان (؟) کندہ کر گئی۔ پھر ایک اور بات کا بھی انکشاف ہوا کہ فاطر السموات والارض کا کوئی معروف ذاتی نام نہیں بلکہ الہوں کی ایک مستقل نوع (SpecieS) ہے اور اسم ذات کے ناطے سے ہر اکائی کا عنوان "الہ" ہے اب کسی پر ال داخل کرنے سے وہ خاص ہو کر "اللہ" بن گیا مثلاً "شعور سے وابستہ زندگی کو انسان کہا جاتا ہے جو عموم کے اعتبار سے "اسم ذات" ہے اب اگر کسی خاص فرد کا ذکر مقصود ہو تو اسے ال کے ساتھ معرف کردیا جائے تو وہ اسم معرفہ بن جائے گا۔ عربی لغت کے علماء جانتے ہیں کہ "اسم ذات" نکرہ ہی کی ایک قسم ہے مثلاً "رجل۔ فرس۔ حجر۔ وغیرہ۔ ان میں سے ہر کلمہ اپنی نوع کی ہر اکائی کے لئے عمومی عنوان ہے ہر ایک پر ال لگا کر متعلقہ نوع (Kind) کی کسی اکائی کو نکرہ سے معرفہ بنایا جاسکتا ہے اگر اپنی بات سمجھا پایا ہوں تو آگے بڑھتا ہوں اس وقت ایک کتاب "شرح اسماء الحسنیٰ" میرے سامنے موجود ہے اردو زبان میں جدید تقاضوں کے مطابق اسے خوبصورت کاوش قرار دیا گیا ہے اس میں "اللہ" کے جلی عنوان سے ذیل کی چند سطور ملاحظہ ہوں۔:

"قرآن شریف میں یہ اسم پاک دو ہزار چھ سو اٹھانوے جگہ آیا ہے کہیں الف لام کے ساتھ اور کہیں بغیر

الف لام کے یعنی کہیں بصورت معرفہ اور کہیں بصورت نکرہ۔ یہی اسم اعظم ہے۔"

(صفحہ ۲۲۳ مولفہ علامہ عبدالصمد صارم الازہری۔ مکتبہ قاسمیہ ملتان)

میں نے آغاز میں جو کچھ لکھا ہے وہ ملخصاً" ان جملوں میں موجود ہے اور جو میں نے سمجھا اس کی تائید بھی ان کلمات سے ہوتی ہے یعنی خلاق العلمین کا کوئی معروف نام نہیں جو اپنی ذات کے حوالے سے معرفہ ہو بلکہ ایک نکرہ اسم کو معرف باللام کیا گیا ہے۔ اصولی طور پر مجھے اتفاق ہے کہ "اسم ذات" کی کسی اکائی کو لام تعریف سے معرفہ بنایا جا سکتا ہے کہ عربی قواعد اس کی اجازت دیتے ہیں مگر الہ پر ال بھی تو کسی قاعدے اور قرینے کے تحت آنا چاہئیے بتایا جاتا ہے کہ ال (لام تعریف۔۔ جو عربی زبان میں معرفہ کی علامت ہے اور انگریزی زبان میںThe کے مترادف ہے) کے لام کا الہ کے لام میں ادغام ہوا ہے جب کہ درمیانی ھمزہ (بشکل الف) ساکت یا ساقط (Silent or Drop) ہو گیا ہے یہ خیال میں رہے کہ الٰہ کا ھمزۃ (بشکل الف) ھمزہ القطع (جو کسی بھی صورت ساکت وساقط نہیں ہو سکتا) ہے ساکت (Silent) وھی ھمزہ ہو گا جو وصلی (ھمزہ الوصل) ہو گا ساقط عموماً ساقط یہ بھی نہیں ہوتا تحریر میں باقی رہتا ہے۔ البتہ ادائیگی تلفظ میں نہیں آئے گا مثلاً" ال (لام تعریف) کا ھمزہ ہی لیجئے اس سے پہلے آنے والے کلمے کے آخری حرف (متحرک یا ساکن) سے جب ملایا جائے گا تو پھر یہ پڑھنے میں نہیں آئے گا مثال کے طور پر غیر المغضوب اور ذلک الکتاب میں غیر اور مغضوب۔ اسی طرح ذالک اور کتاب کے درمیان آنے والے ال کا ھمزہ (بشکل الف) وغیرہ۔ بظاہر کوئی ایسی صورت نظر نہیں آتی کہ اَل اور الٰہ کا ادغام ہو سکے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ادغام کی اصطلاح پر غور فرماتے جائیں۔ ادخال الشیئ فی الشیئ دو چیزوں کے آپس میں مل جانے کو ادغام کا نام دیا جاتا ہے اصطلاحاً دو حروف (یہ آگے چل کر وضاحت ہو گی کہ کس قسم کے حروف) کا جملہ قواعد میں سے کسی ایک کے مطابق مل جانا۔ ان مسلمہ قواعد میں سے چند ایک یوں ہیں جن کے اندر رہ کر ایک حرف کا دوسرے حرف میں ادغام (ملاپ) ممکن ہے۔

ادغام مثلین:

ایک ہی جیسے دو حروف جب آگے پیچھے اس طرح آئیں کہ ان میں پہلا حرف ساکن اور دوسرا متحرک (زبر زیر یا پیش والا) ہو تو ان دونوں کا ادغام ہو سکتا ہے قرآن میں اس قسم کے ادغام کی مثالیں کچھ اس طرح سے ہیں

قد دّخلوا ،اذذھب، بل لابشعرون

پہلی مثال پر غور فرمائیں ایک ہی جیسے دو حروف (د) آگے پیچھے آنے سے دونوں کا ایک دوسرے میں اغام ہو گیا اگر چہ تحریر میں دونوں دال موجود رہیں گے لیکن پڑھنے میں قدّخلوا ہو گا اسی طرح اذّھب اور بلایشعرون اس قسم کا ادغام مثلین کا ادغام کہلاتا ہے۔

ادغام متجانسین:

ادغام کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایسے دو حروف آگے پیچھے آئیں کہ وہ ایک جیسے تو نہ ہوں لیکن دونوں کا مخرج (حروف کے نکلنے کی جگہ) ایک ہی ہو مثال کے طور پر قد تَّبَیَّنَ میں دال اور تاء (حروف نطعیہ) کا چونکہ مخرج ایک ہی ہے اور پھر ان میں پہلا حرف یعنی دال ساکن اور دوسرا حرف تاء متحرک ہے اس لئے ان دونوں حرفوں کا ادغام ہو گیا اس قسم کا ادغام، ادغام متجانسین کہلاتا ہے۔

ادغام متقاربین:

ادغام کی تیسری صورت یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آگے پیچھے آنے والے دو حروف اگرچہ ایک جیسے نہ ہوں اور نہ ہی ہم مخرج ہوں البتہ دونوں کا مخرج قریب قریب ہو مثلاً" الم نخلقکم میں ق اور ک کا مخرج ایک دوسرے کے قریب ہونے کے ساتھ ساتھ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہے (دونوں حروف لھویہ یا لہاتیہ کہلاتے ہیں) اس لئے پڑھنے میں الم نخلکم آئے گا یہ ادغام متقاربین کہلاتا ہے۔

مذکورہ سہ اقسام کا مخرج ہی سے تعلق ہے افعال المضاعف (ثلاثی مجرد و مزید فیہ) کے تمام ادغام انہیں سے متعلق ہیں (خصوصاً" باب افتعال کا ادغام لازم مثلاً" ادتخل سے اددخل اور اذتکر سے اذکر وغیرہ)

ادغام یرملون:

ادغام کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ نون ساکن یا نون، تنوین کے بعد اگر ی-ر-م-ل-و-ن (یرملون) میں سے کوئی متحرک حرف آجائے تو-ر-اور -ل- کے علاوہ تمام حروف کے ساتھ ادغام ناقص ہوگا ادغام ناقص میں نون غنہ کی آواز باقی رہتی ہے مثلاً من یعلم۔ مالا وَ عددہ وغیرہ۔ر اور ل متحرک سے پہلے نون ساکن و تنوین آئیں تو ادغام تام ہو جاتا ہے اس قسم کے ادغام میں نون کی آواز باقی نہیں رہتی مثلاً" اَن لّا کو اَلّا پڑھا جاتا ہے اور اَن رّاہُ میں اَرّاہ پڑھا جاتا ہے

نحو (اور فن قراءت) کے ایک امام ابو شعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ السوسی کے یہاں ادغام کبیر کی اصطلاح ملتی ہے ادغام صغیر تو وہ ہے جو اوپر کے عنوان کے تحت بیان ہوئی ہے اس میں اور ادغام کبیر میں فرق صرف اتنا ہے کہ ادغام صغیر میں پہلا حرف عموماً ساکن اور دوسرا حرف متحرک ہوتا ہے جب کہ ادغام کبیر میں دونوں حروف عموماً متحرک ہوتے ہیں لیکن ادغام کے باقی ضوابط وہی رہتے ہیں جن کا تذکرہ مذکورہ عناوین کے ضمن میں ہوا ہے۔

حروف تہجی کی اقسام:

ادغام کی مذکورہ اقسام (Kinds) کے علاوہ علما فن نے عربی زبان کے حروف تہجی (Alphabets) کو ادغام کے حوالے سے دو طرح پر تقسیم کیا ہے ان میں کچھ حروف قمری اور کچھ شمسی کہلاتے ہیں

حروف قمری:

ء - ب - ج - ح - خ -ع -غ - ف - ق - ک - م - و - ہ - ی - یادرکھنے کے لئے ان کا مجموعہ بنایا گیا ہے أبغ حج وخف عقیمک - ان کے علاوہ جتنے حروف بچ جاتے ہیں وہ شمسی کہلاتے ہیں تاہم ان کی تفصیل یوں ہے

حروف شمسی:

ت- ث-د- ذ- ر-ز-س-ش-ص-ض-ط-ظ-ل-ن - حروف کی اس انداز پر تقسیم کے بعد یہ دیکھئے ان میں اگر کوئی حرف کسی کلمے کے شروع میں آجائے اور پھر اس سے قبل ال (لام تعریف) ہو تو کہاں ادغام نہیں ہوگا اور کہاں اس کا ہونا لازمی ہے حروف قمری میں سے اگر کوئی حر ، کسی کلمے کے شروع میں آجائے تو پھر اَل لگا کر جب معرفہ بنانا مقصود ہو تو اَل کی لام کا حرف قمری میں ادغام نہیں ہوگا مثلا باب کے شروع میں جب ال آئے گا تو پھر اسے الباب پڑھا جائے گا گویا ال کے لام کا تلفظ باقی رہے گا اسی طرح الجامع الکریم - الفلاح وغیرہ اسی طرح اگر کسی کلمے کے شروع میں حرف شمسی ہو اور اسے معرفہ بنانا مقصود ہو تو جیسے ہی ال (لام تعریف) اس لفظ کے شروع میں آئے گا تو ال کے لام کا اس حرف شمسی میں ادغام (ملاپ) ہو جائے گا اگر چہ یہ تحریر میں باقی رہے گا مگر ادائیگی میں ساکت ہو جائے گا مثال کے طور پر شمس سے پہلے ال لگائیں تو یہ الشمس ہو جائے گا مگر اسے اشمس پڑھیں گے اسی طرح الطارق- النور وغیرہ

چونکہ (اَ) حروف قمریہ میں سے ہے اس سے پہلے اَل آنے سے لام کا اس میں ادغام ممکن نہیں (اَ) کے لفظ وتلفظ کی شکل وکیفیت برقرار رہے گی گویا اس انداز میں بھی ال اور الٰہ کا ادغام ممکن نہیں اور یوں ان سے کلمہ اللہ کی ساخت اور بناوٹ کا مفروضہ بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے-- حیرت ہے کہ علماء نحو نے لفظ اللہ (اسم اعظم) کو ال اور الٰہ کا ادغام قرار دے دیا جب کہ ادغام کی مذکورہ وجوہات میں سے کسی کا بھی یہاں اطلاق نہیں ہوسکتا- اب لے دے کے ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ الٰہ (اسم نکرہ) کو معرفہ بنانے کے لیے اَل جب اس کے شروع میں لگایا گیا تو الالہ روزمرہ کی گفتگو میں نامانوس ہونے کے ساتھ ادائیگی میں ثقل (بھاری پن) کا باعث بنتا تھا اس لئے یہ مجموعہ اپنے حقیقی تلفظ کے بجائے بدلتے بدلتے-- اللہ -- بن گیا-معاذاللہ-یہاں تو اور بھی پریشان کن صورت حال بن جاتی ہے ایک مثال سے واضح کرنا ضروری ہے کہتے ہیں لاہور کے قریب ایک مضافاتی بستی "شاھدرہ" دراصل "شاہ داڈیرہ" کے نام سے کسی دور میں معروف تھی مرور ایام کے ساتھ یہ شاہ ڈیرہ (درمیان سے اضافت "دا" ختم ہو گئی) ہو گیا بعد ازاں لوگوں نے ادائیگی تلفظ کو بھاری اور مشکل محسوس کرتے ہوئے اسے "شاہدرہ" بنا دیا اور اب تو صورتحال بالکل مختلف ہو گئی ہے لوگوں نے اسے "شدرہ" کہنا اور لکھنا شروع کر دیا--- کیا خیال ہے الالہ کو اسی انداز میں لوگوں نے بدل بدل کر اپنی آسانی کے لئے اللہ بنا دیا

باندازد گر!! | این چہ بوالعجی است!!

اس قسم کا گورکھ دھندہ سمجھ میں نہیں آسکتا خصوصا" ایسی ذات اکمل ومکمل کے اسم گرامی کے لئے اس قسم کی تصریفات (ھیر پھیر) اور خیالات ونظریات قطعا" مناسب معلوم نہیں دیتے معاً یہ کہ الٰہ کے ھمزہ قطعی

ہونے کے باعث یہاں کسی قسم کا ابدال بھی ممکن نہیں اور نہ ہی تخفیف کا امکان ہے آل کے ادغام کے بعد یہ بہر حال " تحقیق " کے ساتھ ادا ہو گا۔

راقم الحروف نے جملہ مسلمہ قواعد کی روشنی میں جو کچھ سمجھا اسے بلا کم و کاست بیان کر دیا اگر یہ خیال یا نظریہ قابل اصلاح ہے تو اہل علم و فن کی رائے کو دل کی گہرائیوں سے قبول کیا جائے گا اہل ذوق کے لئے صلائے عام ہے کہ وہ بڑھیں اور اس سلسلے میں اپنی تحقیق و تفتیش کا دائرہ وسیع فرما کر حقائق منظر عام پر لائیں۔۔۔

حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی ذات بابرکات جس طرح لم یلد ولم یولد ہے اسی طرح آپ کا اسم اعظم وارفع نہ مصدر ہے اور نہ ہی مشتق۔۔۔ اس کی تائید میں کچھ علماء نحو کا قول یہاں درج کیا جاتا ہے وھو غیر مشتلق علی الاصح

"حقیقت یہ ہے کہ اسم باری تعالیٰ (اللہ) کسی مصدر سے مشتق (Derived) نہیں ہے۔ جس طرح اس کی ذات تغیرات سے بالاتر ہے ھوالاول والاخر والظاھر والباطن۔۔۔ اسی طرح اس کا اسم صرفی و نحوی تصریفات (ھیر پھیر) سے ماوراء ہے" (بحوالہ فرقہ بندی اسباب و علاج۔۔۔ سلسلہ مطبوعات نمبر ۲ مطبوعہ المسلمون)

ایک بار پھر المقامات الحریریہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے محشی (علامہ کاندھلوی علیہ الرحمہ) مختلف نحویوں کے حوالے سے لکھتے ہیں"وکلمتہ اللہ اسم علم للباری جل جلالہ والمختارانہ لیس بمشتق وھوقول الخلیل وسیبویہ والجمھورو ذلک لانہ لوکان مشتقا کان معناہ "

اللہ کا کلمہ اسم علم ہے جو باری تعالیٰ ہی کے لئے خاص و منتخب ہے یہ کسی (لفظ) سے مشتق نہیں یہی مسلک جمہور علماء نحو مثلاً خلیل و سیبویہ کا ہے اگر یہ مشتق ہوتا تو یقینا" اس کا کوئی (لغوی) معنیٰ و مترادف ہوتا۔

(المقامات الحریریہ صفحہ ۱۱ (حاشیہ) مطبوعہ مکتبہ یحیویہ میرپور)

اللہ کا مترادف ممکن ہی نہیں:

یہی وجہ ہے کہ آفرینش سے اب تک الہ کے لئے جس قدر مختلف نام موجود ہیں وہ سب کے سب مخصوص نظریات و خیالات اور علاقائی یا قومی تہذیب و تمدن کے عکاس تو ہیں مگر الہ حقیقی (اللہ) کے لئے وہ مترادف نام نہیں ہو سکتے اللہ وہی ہے جس کا تصور قرآن کی دفتین کے اندر موجود ہے جس کا پرچار محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ سے قبل انبیاء علیہم السلام نے کیا نہ صرف زبانی بلکہ اس نام گرامی کے پیچھے موجود عملی حقائق سے آگاہ کر کے ان کا نفاذ بھی ممکن بنایا ھندوؤں کا بھگوان یا مجوسیوں کا یزداں، عیسائیوں کا گاڈ فادر ہو یا یہودیوں کا خدا۔۔۔ یہ سب در حقیقت ان اقوام کے ذہنوں کے تراشیدہ افکار و نظریات کی نمائندگی کرنے والے عنوانات تو ہو سکتے ہیں مگر اللہ نہیں اسماء سمیتموھاانتم واباء کم ماانزل اللہ بھا من سلطن۔۔۔ یوسف ۴۰ تم نے اور تمہارے آباؤ اجداد نے اپنی طرف سے (اپنے خیالات و نظریات کے ہم آہنگ) نام دے رکھے ہیں ان کے لئے اللہ نے کوئی سند عطا نہیں کی مدبر کائنات۔۔۔ بدیع السموت والارض اگر کوئی ہے تو اس کا نام نامی، اسم گرامی اللہ ھی ہے جو لفظی و نحوی تصریفات سے قطعا" مبرا و ماوراء ہے یہ مقدس و مطہر اور اعظم وارفع کلمہ کسی قسم کے مجموعے سے منزہ و پاک ہے نہ اسکا کوئی مصدر ہے اور نہ ہی مشتق۔ واللہ اعلم

احمد معاویہ

عظیم مجاہد، مؤمن کامل

الشیخ اسامہ بن لادن سے ملاقات

نبی السیف نبی الملاحم حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

بداء الاسلام غریباً وسیعود کمابداء فطوبیٰ للغربا

کہ اسلام جب ابتداء میں تھا تو غربت و مسکنت میں تھا، ایک انجان مسافر کی طرح تھا، لوگ اس نام کو بھول چکے تھے۔ اور پھر ایک وقت ایسا آئیگا کہ اسلام پر یہی کیفیت طاری ہو گی، پس خوشخبری ہے غربا(مسافروں) کے لئے، جو راہِ حق میں عزیز و اقرباء، اپنے مولد و مسکن کو چھوڑ کر محض اللہ کے دین کے لئے کفر سے برسرپیکار ہیں...... انسان جب اس حدیث مبارکہ پر غور و تدبر کرتا ہے تو فکر و خیال اس ابدی روشنی سے منور ہوتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جانیں قربان کر دینے والے صف شکن مجاہدین کا منظر بہت صاف دکھائی دیتا ہے۔

جب افغانستان میں روسی استعمار نے اپنے آہنی پنجے گاڑے تو پوری افغان قوم اس غیر ملکی تسلط کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی اور مسلح جہاد کا اعلان کیا۔ اس جہاد کا عرصہ قریبا بارہ تیرہ برس بنتا ہے۔ اس دوران سرخ فوج نے نہتے افغانی مسلمانوں پر کیا کچھ مظالم نہیں ڈھائے، پورا عالم اسلام اس سے واقف ہے۔ اس جہاد میں صرف افغانستان کے مسلمانوں نے ہی روس کے خلاف دادِ شجاعت نہیں دی بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، برما، انڈیا حتیٰ کہ عالم عرب سے ہزاروں عرب نوجوان بھی افغانستان میں کفر کے خلاف مورچہ زن ہوئے۔ انہوں نے برستی گولیوں اور بموں کی بارش میں وہ کارنامے انجام دیئے کہ قرون اولیٰ کے غزوات کی یاد تازہ ہو گئی۔ ان عرب مجاہدین کے سرخیل شیخ عبداللہ عزام تھے جو اسلام آباد میں اسلامی یونیورسٹی کے شعبہ عربی سربراہ تھے۔ افغانستان میں جہاد شروع ہوا تو جیسے انہیں گمشدہ راہ مل گئی، اپنے وطن کو خیرباد کہا، ملازمت چھوڑی اور افغانستان پہنچ کر کفر کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ اب زیادہ تر وقت میدان کارزار میں گزرتا یا دعوت جہاد میں۔ شیخ عبداللہ عزام کی عملی پختگی اور عربی میں قدیم عرب خطباء کی یاد تازہ کر دینے والی شعلہ بار خطابت نے نازو نعم میں پلے بڑھے ہزاروں نوجوانوں کو جہاد افغانستان میں شمولیت کے لئے بے چین و بے تاب کر دیا۔ عرب نوجوان اپنے وطن، گھر، آرام و آسائش کی زندگی کو چھوڑ کر بیتابانہ افغانستان کے کہساروں میں پہنچنے لگے۔ سینکڑوں عرب نوجوانوں نے پاکستان پہنچ کر اپنے پاسپورٹ پھاڑ دیئے کہ اب شہادت یا جہاد۔

انہی نوجوانوں میں ایک نام ''الشیخ اسامہ بن لادن'' کا ہے۔ جو اب افق جہاد پر ستارہ بن کر چمک رہا ہے جس کا نام امریکہ جیسے سفاک بدمعاش اور دہشت گرد کے خلاف نفرت و حقارت اور انتقام کی علامت بن چکا

ہے۔

اسامہ بن لادن سعودیہ کے شاہی خاندان کے ہم مرتبہ "بن لادن" خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے والد محمد بن عود بن لادن، شاہ فیصل کے دور میں ایک کنسٹرکشن کمپنی کے مالک تھے۔ انہوں نے حرم شریف مکہ اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر کروائی تھی.......شاہ فیصل دو افراد کی موت پر روئے تھے۔ ایک محمد بن ابراہیم اور دوسرے اسامہ کے والد محمد بن عود بن لادن کی وفات پر۔ اسامہ بن لادن کا نام ریاض اور الخبر میں امریکی اڈوں پر بم دھماکوں کے بعد سامنے آیا۔ جن میں اسامہ بن لادن کو ذمہ دار ٹھہرایا اس کے علاوہ صومالیہ میں ڈیڑھ سو سے زائد امریکی فوجیوں کی ہلاکت کا ذمہ دار بھی اسامہ بن لادن کو ٹھہرایا گیا۔ فروری ۱۹۹۳ء میں نیویارک کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں بم دھماکے کے ملزم یوسف رمزی کو بھی اسامہ بن لادن کا شاگرد قرار دیا گیا۔ یہی وجہ ہے شیخ جہاں سعودیہ کو مطلوب ہیں وہیں امریکہ کو بھی ان کی بڑی شدت سے تلاش ہے۔ افغانستان میں روس کی مکمل شکست و ہزیمت اور سوویت یونین کے سقوط کے بعد شیخ اسامہ نے اپنا مسکن سوڈان کو بنالیا، جہاں شیخ کے ارد گرد بے شمار عرب نوجوان اکٹھے ہوگئے۔ وہاں شیخ کی زیر نگرانی ان عرب نوجوانوں کو عسکری تربیت دی گئی۔ جنہوں نے بعد میں مصر، الجزائر، اور سعودیہ میں امریکی اثرات کے حامل مقامات پر چھاپہ مار کارروائیاں کیں۔ جس کے نتیجہ میں سوڈان پر اقوام متحدہ کی طرف سے عالمی سطح پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دی گئیں اور سوڈان کو ایک دہشت گرد ملک قرار دیا گیا۔ سوڈان کو مزید دھمکی دی گئی کہ وہ اسامہ بن لادن کو امریکہ کے حوالے کر دے ورنہ سنگین نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہو جائے، شیخ اسامہ جنہوں نے سوڈان کو مشکل حالات سے نبرد آزما ہونے کے لئے معاشی طور پر خود کفیل ہونے میں مدد دی تھی، انہوں نے سوڈان کے لئے مزید مشکلات کا باعث بننے کی بجائے سوڈان کو خیر باد کہا اور افغانستان میں بسیرا کرلیا۔ گزشتہ آٹھ نو ماہ قبل جب امریکی کمانڈوز ڈیرہ غازیخان سے ایمل کانسی کو یوں اٹھا کر لے گئے جیسے پاکستان امریکہ کی ایک ذیلی ریاست ہو، تو انہی دنوں اخبارات میں یہ خبریں بھی پڑھنے کو ملیں کہ امریکہ سے پانچ سو کے قریب کمانڈوز شیخ اسامہ بن لادن کو افغانستان کے کوہساروں سے ڈھونڈ کر گرفتار کرنے کے شوق میں پاکستان اور افغانستان کے سرحدی علاقہ میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ مگر تاحال امریکی بھیڑیے اپنے اس خبیث ارادے میں ناکام ونامراد ہیں۔

شیخ اسامہ کے بعض ایمان افروز اور امریکہ کو دعوت مبارزت سے مملو بیانات پاکستان کے اخبارات کی زینت بنتے رہتے ہیں اور یہ حقیقت ہے اس مرد مومن کی ایک للکار سے امریکہ کے وائٹ ہاؤس کے بدمعاش اور عالمی غنڈے کپکپانے لگتے ہیں۔

گزشتہ دنوں راقم افغانستان گیا تو یہ خواہش بڑی شدت سے انگڑائیاں لینے لگی کہ اس مرد حُر کو ایک نظر دیکھ کر قلب ونظر کو شاد کام کیا جائے۔ چنانچہ اس خواہش کا تذکرہ جب اپنے میزبان سے کیا تو انہوں نے وعدہ کرلیا کہ آپ کی ملاقات شیخ سے ضرور کرائی جائے گی۔

افغانستان میں عید سے ایک روز قبل اچانک ہمارے میزبان نے اپنے ہمراہ چلنے کو کہا۔ ایک دوسری

جگہ سے چند دوسرے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر شہری آبادی سے بہت دور دو گھنٹے کے سفر پر محیط شیخ کے مسکن کی طرف روانہ ہوئے...... قریباً دو گھنٹے پُر پیچ اور انجانے راستوں پر سفر کر کے جب ہم شیخ کے مسکن میں موجود مسجد کے قریب اترے تو پر کیف لمحات کا احساس دل ودماغ میں جاگزیں ہوا۔ نماز ظہر کا وقت ہو چکا تھا اس لئے جلدی سے وضو بنا کے مسجد کے اندرونی ہال میں داخل ہوئے تو اچانک مسجد میں اعتکاف بیٹھے ہوئے شیخ اسامہ کے ساتھی والہانہ انداز میں ایک ایک کر کے ہمارے وفد کے تمام افراد سے ملے، تمام نوجوان عرب تھے اور ہمارے استقبال میں عربوں کی وہی روایتی گرمجوشی بھرپور انداز میں نظر آئی۔ بس یوں محسوس ہوا کہ برسوں کے بچھڑے ساتھی ایک دوسرے سے مل رہے ہوں۔ نماز سے فراغت کے بعد مسجد سے ملحق ایک کمرے میں شیخ اسامہ بن لادن تشریف لا چکے تھے۔

مجاہدانہ لباس میں موجود، دراز قد، گندمی رنگ، متشرع چہرہ، سر پر سیاہ افغانی پگڑی باندھے ہوئے، وفد کے تمام ارکان سے محبت واپنائیت کے ساتھ مصافحہ ومعانقہ کر رہے تھے۔ ہم نے انہیں دیکھا، تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ اس قدر معصوم چہرہ؟........ یہ ہے وہ شخص جس سے کفر لرزہ براندام ہے؟...... بھلا ایسے لوگ بھی دہشت گرد ہوا کرتے ہیں؟....... نہیں.......مگر ہاں...... کفر تو ایسے ہی بنیاد پرستوں سے خوفزدہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ ہم "باللیل رہبان" "وبالنھار فرسان" جو راتوں کو اللہ عزوجل کے سامنے کھڑے ہو کر، گڑگڑا کر اپنی عبدیت کا اظہار کرتے ہیں اور دن کو میدان جہاد میں کفر سے برسرپیکار ہوتے ہیں۔

مصافحہ ومعانقہ کے بعد ہم اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھے اور سلسلہ کلام چلا۔ شیخ کی گفتگو جو ایک لیکچر کی صورت میں ہوئی کچھ یوں تھی!

کمرے میں دیوار پر عالم اسلام کا ایک نقشہ بنا ہوا تھا۔ شیخ نے پہلے بتایا کہ عالمِ اسلام کا کسی دور میں کل رقبہ کتنا تھا۔ اب یہودی، اور عیسائی مشنریوں کی محنت سے کتنے ممالک مکمل طور پر عیسائی یا اشتراکی بن چکے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ افریقہ کے وہ ممالک جہاں اس وقت نصاریٰ قابض ہیں۔ پہلے ان کا شمار اسلامی ممالک میں ہوتا تھا۔ عالمِ اسلام میں جزیرۃ العرب اپنے مخصوص جغرافیے اور تیل کی دولت سے مالامال ہونے کی وجہ سے پورے عالم میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ مغرب، خصوصاً امریکہ کو اس میں بطور خاص دلچسپی ہے۔ جبکہ روس جس کے پاس گرم پانیوں کی کوئی بندرگاہ نہیں وہ بھی خلیج عرب میں دلچسپی رکھتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عرب ممالک اشتراکی اور امریکی بلاک میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان کی اپنی کوئی رائے نہیں۔ ان کے روسی وامریکی آقا جیسا کہتے ہیں۔ ویسا ہی کرتے ہیں۔ ۱۹۷۹ء میں جب روس نے گرم پانیوں تک پہنچنے کے لئے افغانستان پر یلغار کی تو مغرب کو اپنے لالے پڑ گئے کہ اگر وہ یہاں پہنچ گیا تو پٹرول کی دولت بھی اس کے ہاتھ لگ جائے گی۔ چنانچہ مغرب نے افغانستان کے مجاہدین کی اعانت کی۔ سعودیہ، مصر اور دیگر عرب ممالک میں روس کے خلاف جہاد کرنے والے افغانیوں کے حق میں فتاویٰ جاری کئے گئے۔ لوگوں کو جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب وتحریص دلائی گئی۔ گلی گلی، مسجد مسجد، نفیر عام کیا گیا۔ شیخ عبداللہ بن باز نے فتاویٰ جاری کئے۔

امریکہ، جسے افغان جہاد سے قطعی دلچسپی نہ تھی اس نے روس کو گرم پانیوں تک پہنچنے سے روکنے کے لئے مجاہدین کی امداد کی۔ افغانستان سے روس مجاہدین کی جدوجہد اور قربانیوں سے نکل گیا۔اور اس کا اپنا شیرازہ بکھر گیا۔اب امریکہ دنیا میں واحد سپر طاقت تھا اور اس کے سامنے اب کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں تھا۔ ایک سازش کے تحت عراق کے ذریعے کویت پر حملہ کرایا گیا۔ تاکہ امریکہ کو یہاں اپنی فوجیں لانے کا جواز مل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آج امریکی افواج ہماری حفاظت کے نام پر ہمارے ممالک میں بیٹھی ہیں۔ اب الشیخ عبداللہ بن باز کے فتاویٰ امریکی افواج کے حق میں صادر ہوتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے کہ اب یہاں بھی افغانستان کی طرح غیر ملکی قابض ہیں جن کی تہذیب، ثقافت اور مذہب، ہر چیز ہم سے جدا ہے۔ جو ہمارے ممالک میں فحاشی وعریانی اور لادین کلچر لائے ہیں۔ ہماری عوام میں طاغوتی نظریات کی اشاعت کر رہے ہیں۔ شیخ کہتے ہیں کہ: قبل از بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، سب سے بڑا بدبخت انسان وہ تھا جس نے ابرھہ کو حرم کعبہ کے راستہ کی نشاندھی کی تھی، آج کا سب سے بڑا بدبخت انسان فہد ہے، جس نے امریکی افواج کو بلوا کر یہاں مامور کیا ہے۔ اثنائے گفتگو میں شیخ نے رندھی ہوئی آواز میں کہا......میں ایک انسان ہوں۔ میرے بھی حقوق ہیں۔ سعودیہ میرا مولد و مسکن ہے۔ وہاں مسلمانوں کا کعبہ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک ہے۔ جہاں رہنا اور حرمین کی زیارت کرنا ہر مسلمان کی شدید خواہش ہے۔ لیکن میرے لئے آج وہاں کے دروازے بند ہیں۔ آخر کیوں؟ صرف اس لئے کہ میں کہتا ہوں..... امریکی افواج یہاں سے نکل جائیں؟

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شیخ اسامہ کے ان خیالات کو بھی درج کر دیا جائے۔ جن کا اظہار انہوں نے سی این این کے نمائندہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا۔ شیخ اسامہ کہتے ہیں۔

''ایک مکمل عقیدہ رکھنے والے کا ایمان ہے کہ زندگی اللہ کے اختیار میں ہے۔ جہاں تک زندگی کا خوف ہے آپ کے لئے سمجھنا مشکل ہے، جب تک آپ کا یقین پختہ نہ ہو۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ کوئی ایک سانس بھی زیادہ نہیں لے سکتا جو اس کی قسمت میں اللہ نے مقرر کردیئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ کے مقصد کے لئے مرنا باعث عزت ہے۔ جس کی خواہش ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کی قسم، یہ میری آرزو ہے کہ میں اللہ کی راہ میں لڑتا ہوا مارا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر مارا جاؤں........اللہ کی راہ میں لڑنا بڑی عزت وشرف کی بات ہے۔اور ایسا صرف قوم کے مقبول بندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ ہمیں ایسی موت پسند ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے آپ کو زندہ رہنا پسند ہے۔ ہمیں کوئی خوف نہیں بلکہ ہم تو ایسی ہی موت کی خواہش رکھتے ہیں۔''

سی این این کے نمائندہ کے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

''کلنٹن یا امریکی حکومت کا ذکر ہوتا ہے تو نفرت اور انقلاب کو ہوا ملتی ہے۔ یہ اس لئے ہوتا ہے کہ امریکی حکومت، کلنٹن یا بش کا نام آتے ہی ہماری نظروں کے سامنے اور ہمارے ذہن میں ہمارے بچوں کے کٹے ہوئے سر، اور ان کے کٹے ہوئے اعضاء کی تصویریں گھومنے لگتی ہیں۔ جو ابھی سال بھر کے بھی نہ ہوئے

تھے۔ ان کے کٹے ہوئے ہاتھ جو عراق میں مارے گئے۔ اور ان یہودیوں کے ہتھیار جنہوں نے ہمارے بچوں کو تباہ کیا، ہمیں وہ سب یاد ہے۔ مسلمانوں کے ذہن اور دل امریکہ اور اس کے صدر کے لئے نفرت سے بھرے ہوئے ہیں امریکی صدر کا دل کوئی لفظ نہیں جانتا۔ ایسا دل جو یقیناً سینکڑوں بچوں کا قاتل ہے وہ کوئی لفظ نہیں سمجھتا۔ امریکی فوجی جو ہتھیاروں سے لیس ہو کر اور اپنی وردیاں پہن کر غرور سے چلتے ہوئے آئے اور ہماری سرزمین پر اترے، جبکہ ہمارے علما کو قید خانوں میں ڈال دیا گیا......میں کہتا ہوں کہ یہ سوا ارب مسلمانوں کے دلوں میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکا گئے۔ امریکہ، سعودیہ اور اس کے حریت پسند مجاہدین کو دہشت گرد نہ کہے بلکہ خود امریکی صدر دہشت گرد ہے۔ وہ سعودی عرب میں اس لئے آئے ہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوائیں۔ اور اسرائیل کی مدد کریں۔ جس نے فلسطین پر قبضہ کر لیا ہے اور اب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں"

شیخ اسامہ کہتے ہیں کہ ہر عرب نوجوان کے لئے ضروری ہے کہ وہ جزیرۃ العرب سے امریکی افواج کے انخلا کے لئے جدوجہد کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو فہد کے گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے۔ یہ ایسا ہے جیسا کہ سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو بستی کے چند شر پسندوں نے مل کر پہلے اس کے پاؤں کاٹے پھر نیچے گرا کر شہید کر ڈالا۔ پوری بستی اس گناہ میں شامل نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عمل کو "فعقروھا" سے تعبیر کیا اور اس گناہ کو پوری بستی پر محیط کیا۔

شیخ اسامہ کے پاس قریباً دو گھنٹے بیٹھے رہے۔ ان کے افکار و خیالات کی ضو سے اپنے فکر و نظر کو جلا دیتے رہے۔ راقم کی طرف سے مجلس احرار اسلام اس کی استعمار کے خلاف جہد و مساعی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدانہ کردار کا مختصر تعارف کرایا گیا۔ شیخ نے پوری توجہ سے سنا اور ان کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔

ماہ رمضان کا آخری روزہ تھا۔ شیخ نے اصرار فرمایا کہ آج کی افطاری ہمارے ساتھ کریں۔ اپنی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ چلو اس بہانے شیخ اسامہ ایسے مرد مومن کے پاس بیٹھنے کا اور وقت مل جائیگا...... کہ ایسے مواقع روز کہاں نصیب ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے وفد کے کچھ ارکان نے ایک دوسری جگہ پہنچنا تھا اور وہاں جانا ضروری بھی تھا اس لئے بادل نخواستہ اجازت لیتے ہی بنی۔

(بقیہ از ص ۵۷)

دل کیوں دکھی ہو رہا ہے؟، یہ سب ایمان کے رشتے کی وجہ سے ہے۔ کفیل شاہ جی! یہ لوگ ایمان اور استقامت والے تھے۔ جرأتوں کے نشان اور ولولوں کی علامت تھے۔ آپ ان کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ پڑھنے والوں کے ایمان تازہ کرتے ہیں۔ انہیں سوچنے کی پر خلوص دعوت دیتے ہیں کہ حیات مستعار کی چار گھڑیاں کسی قرینے اور کسی ڈھنگ سے گزار لیں۔ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے اپنی ساری توانائیاں کھپا دیں۔ "نقیب" کے حوالے سے آپ نے فکر و احساس کی جو شمع فروزاں کر رکھی ہے، اللہ تعالیٰ اس کی روشنی تا قیامت ہمارے ماحول میں قائم و دائم رکھے۔ (آمین) ۔ خالد ہمایوں، اسسٹنٹ پروفیسر (پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۴، دسمبر ۹۷ء)

پروفیسر عزیز اللہ

ملاوٹ کا انسداد اور اسلامی تعلیمات

ملاوٹ "ملانا" سے مشتق ہے۔ یہ لفظ بہ لحاظ گرامر حاصل مصدر ہے جو "ملانا" سے بنا ہے۔ ملاوٹ خالص شئے میں ناخالص اور غیر معیاری شئے کی آمیزش کا نام ہے۔ اس لئے ملاوٹ باہم ملانے کے اس عمل کو کہتے ہیں۔ جس میں نفی اور سلب کا پہلو ہو۔ جہاں تک لفظ ملاوٹ کی ابتدا اور ارتقائی سفر کا تعلق ہے تو یہ سنسکرت زبان کا لفظ ہے۔ کیوں کہ "ملانا" اور اس جیسے تمام دیگر مصادر سنسکرت سے ہندی اور ہندی سے اردو کے ذخیرہ الفاظ کی زینت بنے ہیں۔

لغوی مفہوم:

وارث ہندی کے بقول: اردو لغت میں اس کے معانی ملونی، آمیزش، آمیختگی، رلاؤ، آلودگی، کھوٹ، چاشنی، پھٹکار، اور شائبہ کے آتے ہیں۔(1)

جب کہ ڈاکٹر عبدالحق نے "ملاوٹ" کے یہ مترادف الفاظ بیان کئے ہیں:Adulteration.'Admixture.' Alloy(2)

عربی لغت میں "ملاوٹ" کے لئے لفظ "غش" استعمال ہوتا ہے اس ضمن میں، ابن منظور "لسان العرب" میں یوں رقم طراز ہیں: "نقیض النصح وھو ماخوذ من الغشش المشرب الکدر"(3)

اصطلاحی مفہوم:

ڈاکٹر تنزیل الرحمان "ملاوٹ" کی قانونی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قانون آمیزش اشیاء کی رو سے کسی شئے میں دوسری شئے اس طرح ملادینا کہ ملی ہوئی شئے محسوس نہ کی جاسکے اور دوسرا شخص دھوکا کھا جائے کہ شئے جو دی جارہی ہے۔ وہی ہے جس کا خریدنا مقصود تھا، در آں حالیکہ وہ اس کے برعکس ہو، قابل سزا جرم ہے"(4) مغربی محققین ایل۔ بی کرزن (5. L.B. Curzon) اور اے۔وری مینز انسائیکلو پیڈیا(6. Every Mans. Encylopaedia) کے نزدیک زیادہ منافع کے حصول کے لئے کسی چیز میں گھٹیا چیز ملانے یا کسی چیز سے قیمتی چیز نکال لینے کا عمل ہی ملاوٹ ہے۔ جب کہ ویسٹ پاکستان پیور فوڈ آرڈیننس ۱۹۶۰ء (7) اور امریکہ کے فوڈ اینڈ ڈرگ ایکٹ(8. Food And Drug Act)میں اور انسائیکلو پیڈیا امریکنا(9. Encyclopaedia Americana) میں ملاوٹ کی تقریباً ایک جیسی تعریفیں مذکور ہیں۔ البتہ موخرالذکر نے تابکاری سے متاثرہ خوراک واشیاء کو ملاوٹ شدہ خوراک میں شمار کیا ہے۔(10) نیو کاکسٹن انسائیکلو پیڈیا(The New Caxton Encyclopaedia) نے بھی اشیاء میں گھٹیا اور مضر صحت چیز کی آمیزش کے بعد اسے فروخت کرنے کے لئے پیش کرنے کے عمل کو ملاوٹ قرار دیا ہے۔(11)

استدلالی مفہوم:

ملاوٹ سے مندرجہ ذیل معانی کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ ملاوٹ بمعنی دھوکہ، فراڈ، بددیانتی اور کذب بیانی، ملاوٹ بمعنی کم ناپ تول، ملاوٹ بمعنی ناقص تغذیہ، ملاوٹ بمعنی مضر صحت، ملاوٹ بمعنی بنیادی انسانی حقوق کی پامالی۔

صدر اسلام میں انسداد ملاوٹ:

صدر اسلام میں اس قبیح فعل کو ممنوع قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ نے تاجروں کو خبردار کیا کہ "من غش فلیس منا" (12) "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں"۔ اور حضرت عمرؓ نے تو ملاوٹ شدہ مال کو تلف کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے ایک گوالے کا پانی ملا دودھ زمین پر بہا دیا۔ (13)

اسلام نے تجارتی بددیانتی اور کم ناپ تول اور تبخیس اشیاء کی ممانعت کی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

ویل للمطففین ہ الذین اذاکتالوا علی الناس یستوفون ہ واذکالوھم اووزنوھم یخسرون ہ(14)

"خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کے لئے۔ وہ لوگ کہ جب دوسروں سے مال لیں تو پورا پورا لیں اور جب دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیں تو کم دیں"

اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں علامہ ابن جریر طبریؒ آنحضور ﷺ کی ہجرت اور مدینہ تشریف آوری کے وقت وہاں کے لوگوں (تجار) کی تول اور ناپ میں کمی اور بددیانتی کا تذکرہ کیا ہے اور یہی بات علامہ زمخشری سے منقول ہے۔ یعنی اس انتباہ کا پس منظر یہ ہے کہ "جس وقت رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ناپنے میں بڑے خبیث تھے۔ (15) اہل مکہ تو اشیاء تول کر فروخت کرتے تھے لیکن اہل مدینہ ناپ کر۔ (16) لین دین میں کمی اور پیمانوں میں نقص عام تھا۔" جب حضرت محمد ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو مہینة کے پاس دو پیمانے تھے۔ ایک اپنے خریدنے کے لئے استعمال کرتا اور دوسرا لوگوں کو اپنی اشیاء فروخت کرنے کے لئے استعمال میں لاتا۔ (17)"

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اس خرابی و فساد کے خاتمے، افراد کی اصلاحِ نفس اور معاشرہ و معیشت کی تطہیر کے لئے حضرت شعیب (علیہ اسلام) کی بعثت کا تذکرہ بطور خاص کرتا ہے۔

ملاوٹ کی تاریخ اور قوم شعیب (علیہ السلام) کی ہلاکت:

ملاوٹ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے تجارت ہے۔ اس وقت سے ملاوٹ ہے۔" زمانہ قدیم سے مشرق، یونان اور روم کے تجار زیادہ منافع کے لئے اعلیٰ شراب میں کم تر اور گھٹیا شراب کی آمیزش کیا کرتے تھے۔" (18) قرآن مجید کے مطابق قوم شعیب اس جرم میں ملوث تھی۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کا مقصد دعوتِ توحید کے ساتھ ساتھ ملاوٹ کا انسداد تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔

والی مدین اخاھم شعیبا۔۔۔۔۔۔ولا تبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا ہ(19)

"اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح نشانی آچکی ہے۔ لہذا ناپ اور تول پورا پورا کیا کرو اور لوگوں کو ان کی (خرید کردہ) اشیاء ناقص کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد (اپنے اس ملاوٹ کے عمل سے) فساد برپا نہ کرو۔" یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے ناپ اور تول کے بارے میں فرمایا۔ "بلاشبہ تمہیں ایسے دو کاموں کی نگرانی سونپی گئی ہے۔ جن میں کوتاہی کی وجہ سے تم سے پہلے کئی قومیں ہلاک ہو گئیں۔ وہ دو کام ہیں، ناپ اور تول" (20)

اسلام کا قانون تجارت ملاوٹ کے انسداد، ناپ تول میں عدل وقسط سے آگے بڑھ کر احسان کا درس دیتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ ایک دن بازار سے گزر رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھتے ہیں جو پیشہ ور تولا وتا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: "زن وارجح" (21)---------- تول اور جھکتا تول۔

ملاوٹ کے انسداد کے لئے قرآنی انتباہ:

قرآن مجید متعدد مقامات پر ملاوٹ کے انسداد کے لئے انتباہ کرتا ہے کیونکہ اس عمل میں گوناگوں مضر اثرات مضمر ہوتے ہیں، جن سے سٹیٹ اور سوسائیٹی دونوں بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ اور جن کے نتیجے میں پوری سوسائیٹی من حیث المجموع بہت سے پیچیدہ امراض کا شکار ہو جاتی ہے۔ ان میں اخلاقی، روحانی اور جسمانی عوارض شامل ہیں۔ ہوس زر، نفرت، بداعتمادی، انتشار و افتراق، تصادم، بے حسی، بے دردی، خوف ،رشوت، ناپ تول میں کمی، بے ایمانی، مکروفریب، کذب بیانی، خالص، حلال اور معیاری خوراک کی عدم دستیابی، مضر صحت اشیاء کی فراوانی، لاقانونیت اور خیروشر کے توازن میں بگاڑ ایسے مسائل معاشرے کو گرفت میں لے لیتے ہیں۔ اس طرح سوسائیٹی کے اندر یکجہتی، استحکام اور امن کی بجائے "فساد فی الارض" بپا ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید بنی نوع انسان کے اندر نفرت کی بجائے محبت، ہوس زر کی بجائے قناعت، انتشار وافتراق کی بجائے اتفاق واتحاد، تصادم کی بجائے تعاون، بے دردی کی بجائے ہمدردی، خوف کی بجائے امن، بے یقینی کی بجائے تیقن، بداعتمادی کی بجائے اعتماد، انتقام کی بجائے عفو و در گزر، ملاوٹ شدہ خوراک کی بجائے خالص، معیاری، حلال اور طیب اشیاء کی فراہمی، ظلم کی بجائے انصاف، ناپ تول میں کمی کی بجائے پورا ناپ تول، بے ایمانی کی بجائے ایمانداری، بدحالی کی بجائے خوشحالی، غرضیکہ پوری زندگی میں کجی اور ٹیڑھی راہ کی بجائے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور تبخیس اشیاء کی ممانعت کرتا ہے۔

عمل تبخیس کی ممانعت:

قرآن مجید کا لفظ "تبخیس" مفہوم کے اعتبار سے بڑی وسعت اور جامعیت کا حامل ہے۔ ملاوٹ کی صورت یقیناً تبخیس میں شامل ہے۔ قرآن مجید اس عمل کو "فساد فی الارض" سے تعبیر کرتا ہے: "ولا تبخسوا الناس اشیاء ھم ولا تعثوا فی الارض مفسدین ہ (22)

"اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور زمین میں فساد کرتے نہ پھرو۔" اسلامی تصور ملکیت کی رو سے کسی فرد کو اپنی ملکیت میں ایسے کسی تصرف کا حق نہیں پہنچتا۔ جس سے دوسروں کو ضرر فاحش پہنچے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے تخیس اشیاء کے عمل کو فساد سے تعبیر کیا جو اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ فعل ہے۔ قرآن مجید بار بار کہتا ہے: ان اللہ لایحب الفساد (23) "یقیناً اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللہ لایحب المفسدینؔ (24) "بے شک اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" قرآن مجید میں عمل تخیس کی ممانعت کے ساتھ ساتھ ناپ اور تول کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ "واوفوا الکیل والمیزان بالقسط (25) "اور انصاف سے ناپ تول پورا کرو" اس قرآنی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین السیوطی (26) اور علامہ فخرالدین رازی (27) نے اشیاء میں ملاوٹ نہ کرنے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طرح قرآن مجید کی آیت۔ "ولا تنقصوا المکیال والمیزان انی اراکم بخیر۔۔۔۔ مفسدین ہ(28) "ناپ اور تول میں کمی نہ کرو، بے شک میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تمہیں ایک گھیر لانے والے دن کی آفت سے ڈراتا ہوں۔ اے قوم! انصاف کے ساتھ ناپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو چیزیں ناقص کر کے نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو"۔

ملاوٹ کے انسداد کے لئے احادیث مبارکہ:

ملاوٹ ایسے قبیح فعل سے مجموعی طور پر پورے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے رسول اکرم ﷺ نے بھی لوگوں کو متنبہ فرمایا: "لیس منا من غش" (29) "جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ آپ ﷺ نے مزید فرمایا "من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ علیہ (30) "جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے گا، اس کو اللہ نقصان پہنچائے گا۔ اور جو کسی کو تکلیف دے گا، اس کو اللہ تکلیف میں مبتلا کرے گا" اسی طرح ملاوٹ کرنے اور مال کے عیب چھپا کر فروخت کرنے والے تجار کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا" ان التجار یبعثون یوم القیمۃ فجاراً الامن التقی اللہ و بر و صدق "(31) "تاجر قیامت کے دن فاجر بن کر اٹھیں گے سوائے اس تاجر کے جس نے اللہ تعالیٰ کا خوف کیا بھلائی کی اور سچ بولا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا "من باع عیبا لم یتنبہ لم یزل فی مقت اللہ ولم یزل الملئکۃ تلعنہ (32) "جس کسی نے ایسے عیب کے ساتھ کوئی شئے فروخت کی جس عیب پر اس نے (خریدار کو) آگاہ نہیں کیا تھا وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے غصے میں رہے گا، یا فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے" آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے ہاتھ کوئی ایسی چیز فروخت کرے جس میں کوئی نقص ہو اور وہ اس نقص سے آگاہ نہ کرے۔" (33) فی الحقیقت خریدار کو ہر اس عیب سے باخبر کردینا ضروری ہے جس کے علم میں آجانے کے بعد اس کے خریداری کے ارادے میں کسی تبدیلی کا امکان ہو۔

ملاوٹ شدہ خوراک کے مضر اثرات:

ملاوٹ کے سبب خوراک میں نقص غذائیت، جراثیمی آلودگی اور کیمیائی آلودگی واقع ہوتی ہے۔

"ملاوٹ کے سبب خوراک کی غذائیت میں زبردست بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے خوراک نقصِ غذائیت کا شکار ہو جاتی ہے اور یہ نقصِ غذائیت کی حامل خوراک بچوں، بوڑھوں، نوجوانوں، اور عورتوں کے لئے یکساں مضرت کا سبب بنتی ہے۔ جس سے مخلوق خدا کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے اور کئی ایک پیچیدہ امراض اور تکلیف دہ بیماریاں جنم لیتی ہیں جن میں امراض قلب، امراض اعصاب، امراض عضلات، جلدی امراض، امراض جگر، امراض استخواں، متعدد کینسر، اسہال، ہیضہ، قبض، سوکھے کا مرض، انیمیا، استسقاء لحمی، کساح، زیرو پتھیلمیا، قے، یرقان، بیری بیری کا مرض، پلا گرہ، مرگی، گلہڑ، ٹائیفائڈ، پتھری، تپ دق، اور خناق کی بیماریاں شامل ہیں۔" ص 13(34)

"مختصراً حادثاتی، وراثتی، نفسیاتی اور ماحولیاتی امراض کے علاوہ بقیہ تمام امراض بالواسطہ یا بلاواسطہ ملاوٹ شدہ خوراک کے استعمال کے سبب پیدا ہوتے ہیں۔" ص 13(35) "اقوام متحدہ کی تنظیم برائے خوراک وزراعت کی رپورٹ کے مطابق اس صدی کے آخر تک دنیا میں انسٹھ کروڑ انسان بری طرح نقص غذائیت کا شکار ہوں گے"(36)

یہی وجہ ہے کہ ملاوٹ شدہ ماکولات ومشروبات کے استعمال سے پورا معاشرہ اور ہر گھر کا کوئی نہ کوئی فرد کسی نہ کسی مرض میں مبتلا ہے۔ ص۔2(37)

مختصراً...... معاشرے سے ملاوٹ اور ایسی ہی دیگر خرابیوں کو دور کرتے ہوئے اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لیے دو سطح پر جہاد کرنا پڑے گا۔ ایک داخلی جہاد جو تزکیہ نفس کا مرہونِ منت ہو اور دوسرا خارجی جہاد جو فی نفسہ ان قوتوں کے خلاف ہو جو اسلامی معاشرے میں اسلامی مزاج اور روح سے متصادم ہیں۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب ملکی قیادت صلاحیت وصالحیت کے ساتھ ساتھ عوام کی تائید یافتہ ہو۔

حواشی

1۔ وارث ہندی، "قاموس مترادفات" ص 1017، اردو سائنس بورڈ 299 اپر مال، لاہور، 1986ء

2۔ عبدالحق، مولوی، ڈاکٹر، "انجمن کی اردو انگریزی لغت" ص 963، انجمن ترقی اردو پاکستان، طبع دوم، مطبوعہ، انجمن پریس، نشتر روڈ کراچی، 1980ء

3۔ ابن منظور الافریقی، المصری، "لسان العرب"، ج 6 ص 323 نشر ادب الحوزۃ قم ایران 1405ھ

4۔ تنزیل الرحمان، ڈاکٹر جسٹس، "قانونی لغت انگریزی۔ اردو"، ص 43، 1983ء مغربی پاکستان اردو اکیڈمی بہ اشتراک مکتبہ خیابان ادب 39۔ چمبرلین روڈ، لاہور اردو نگر، شاہراہ ملتان، لاہور۔ طابع۔ جدید اردو ٹائپ پریس

5- Curzon L.B. "A Dictionary of law" p-10 1979. Macdonald and Evan Ltd. Richard clay, (The Chaucer Press) Ltd. Bungay- Suffolk

6- Every Man,s Encyclopaedia Vol.1 4th edition. J.M. Dent and Sons Ltd. London.

7- Khan A.k. Abid S.A. "Manual of Food Laws" P-111 Muttaqi Printers Lahore

1992. Kausar Brothers. 1- Turner road Near High Court Lahore.
8-Frazier W.C., Westhoff D.C. "Food Microbiology" p-554-555 1988 3rd edition , Tata Mc Graw-Hill publishing Company Ltd. New Delhi.
9- "The Encyclopedia Americana" Vol. 1, p- 191 First published in 1829. garolier incorporated
10- Ibid
11- The New Caxton Encyclopedia vol.1 p-50. 1969 the Caxton publishing Company, Division of International Learning System Corporation Ltd. London.
12۔ مسلم بن حجاج القشیری، "الجامع الصحیح" ج ۱ص 70 وفاقی وزارت تعلیم حکومت پاکستان اسلام آباد 1985ء
13۔ الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، "نیل الاوطار" ج 2۔ ص 181
14۔ القرآن الکریم، 83:1۔3
15۔ الطبری، ابی جعفر محمد بن جریر، "جامع البیان" ج 15 ص90۔91
16 ۔ الزمخشری، ابی قاسم محمود بن عمر الخوارزمی، "الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الاقاویل فی وجہ التاویل" ج 6ص 216 ۔217
17۔ ایضاً
18 . Every Man's Encyclopaedia, "P.86, 4th Edition, J.M. Dent and Sons Ltd.
19۔ القرآن الکریم 85:7
20۔ التبریزی۔ ولی الدین الشیخ العمری، "مشکوٰۃ المصابیح" ص 250۔ سعید ایچ۔ایم۔ کمپنی ادب منزل کراچی 1391ھ
21۔ التبریزی۔ ولی الدین الشیخ العمری، مشکوٰۃ المصابیح"، ص 253
22۔ القرآن الکریم 85:11
23۔ القرآن الکریم 205:2
24۔ القرآن الکریم 77:28
25۔ القرآن الکریم، ۶:۱۵۲
26۔ السیوطی، جلال لدین عبدالرحمن بن ابی بکر "الدر لمنثور فی التفسیر بالماثور" ج۳، ص ۳۸۴۔ ۳۸۵ دارالفکر، بیروت لبنان الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۸ء
27۔ الرازی، فخرالدین محمد بن الحسین بن الحسن، "التفسیر الکبیر" ج ۱۳، ص ۲۳۴
28۔ القرآن الکریم ۱۱:۸۴۔۸۵
29۔ مسلم بن حجاج الکشیری، "الجامع الصحیح"، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۷۰، قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی۔
30۔ الترمذی، محمد بن عیسٰی، "جامع ترمذی"۔ ج 2ص 16 وفاقی وزارت تعلیم اسلام آباد، پاکستان، 1405ھ 1985ء
31۔ الترمذی، محمد بن عیسٰی "جامع ترمذی" ج ۱، ص 145 وفاقی وزارت تعلیم اسلام آباد، پاکستان 1405ھ 1985ء
32۔ ابن ماجہ ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی "السنن ابن ماجہ" ص 163
33۔ الحاکم ابو عبداللہ "المستدرک علی الصحیحین" ج ۲، ص ۸، دارالفکر بیروت لبنان ۱۳۹۸ھ ۱۹۷۸ء
34۔ عزیزاللہ، ملاوٹ کا انسداد اور اسلامی قوانین تاریخی و تحقیقی مطالعہ ص ۱۳، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۷ء
35۔ ایضاً
36. World Health Organization " Our planet our health P. 65 W.H.O, Geneva, 1992
37۔ عزیزاللہ، "ملاوٹ کا انسداد اور اسلامی قوانین تاریخی و تحقیقی مطالعہ" ص ۲، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد ۱۹۹۷ء

محمد عمر فاروق "افکار"

ہندوستان میں انگریز کے گماشتے

انگریز برصغیر پر تقریباً دو سو برس تک بلاشرکت غیرے حکمران رہا ہے۔ اس طرح غلامی کا عرصہ ہماری موجودہ آزادی کے عرصے سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس دوران یہاں کے غیور باشندوں نے بلامبالغہ لاکھوں کی تعداد میں اپنی جانیں سفید سامراج سے آزادی پانے کے لیے لٹا دیں۔ لیکن مدتوں غلام ہندوستانیوں کی آزادی کی منزل ان سے کوسوں دور رہی۔ آخر کیوں؟ یہ ایک ایسا تلخ سوال ہے۔ جس کا جواب حکمرانوں کے قصیدہ خواں مؤرخوں نے کبھی سامنے نہیں آنے دیا۔ اور لے دے کر ۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۷ء کے درمیانی سات سالوں کو ہی کل تحریک آزادی بتا کر شہداء آزادی کے خون بے گناہی کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ نئی نسل کو یہ کیوں نہیں بتایا جاتا کہ ہماری آزادی کی جنگ ۱۸۵۷ء میں ہی نہیں بلکہ اس سے پوری ایک صدی پیشتر ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ کی قیادت میں لڑی گئی تھی۔ تاریخ آزادی کے مرتبین نے اس حد تک سچ میں جھوٹ کی آمیزش کر دی ہے کہ تاریخ کا طالب علم اس ملغوبے کو دیکھتے ہی سر پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور اسے حقیقت کا سراغ پانے میں نام نہاد محققین کی بنائی ہوئی کئی شاہی بارہ دریوں میں بھٹکنا پڑتا ہے۔

بہر طور حقیقت، حقیقت اور جھوٹ جھوٹ ہوتا ہے۔ سو حقیقتوں کی ایک حقیقت یہ ہے کہ جنگ آزادی یہاں کے فاقہ مست، بوریہ نشین اور ناتواں مگر عزم و ہمت اور غیرت و حمیت سے لیس جوانمردوں نے لڑی۔ جس میں جاگیرداروں، وڈیروں اور سرمایہ پرستوں کا کوئی حصہ نہیں تھا۔ بلکہ ان کی اکثریت (الاماشاء اللہ) انگریز کے اقتدار کو اس سرزمین پر قائم کرنے کے لیے ممد و معاون بنی اور ان وفاداروں کے بل بوتے پر ہی فرنگی ستمگر آزادی کے متوالوں کے گلے گھوٹتے رہے۔ برطانیہ برصغیر کو بے دست و پا کرنے کے بعد یہاں کے وسائل کے ذریعے ہی عالم اسلام کو اپنے زیر نگیں کرنے میں کامیاب ہو سکا۔

اگر یہاں کے ظالم اور نمک حرام وڈیرے اور جاگیردار انگریز سامراج کے دست و بازو نہ بنتے تو چند ہزار کی انگریزی نفری ہندوستان کے چالیس کروڑ عوام کو کیونکر اپنا غلام بنا سکتی۔ متحدہ ہندوستان نے انگریز سرکار کے لیے بڑے سے بڑے وفادار پیدا کیے۔ برصغیر میں انگریز کے سب سے بڑے باغی رہنما امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے بقول "ہندوستان نے سر عمر حیات ٹوانہ سے بڑھ کر غدار پیدا نہیں کیا"۔ جس نے جنگ عظیم اول (۱۹۱۴ء) میں مصر اور عراق میں اپنے خرچ پر انگریز کی جنگ لڑی"۔ یہی سر عمر حیات ٹوانہ جارج پنجم کے دربار دھلی میں اس کا ایڈی کانگ تھا (حیرت ہے کہ غلام رسول مہر مرحوم جیسے بلند پایہ مصنف نے ایسے فرنگ زدہ انسان کی سوانح عمری لکھی) بہر حال ایسے ہی انگریز کے ایک اور وفادار

سردار محمد حیات خان (سردار شوکت حیات کے دادا) کے متعلق جناب ابن الملک نے روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد کی ۲۱ جنوری ۱۹۹۸ء کی اشاعت میں استفسار کیا ہے۔

میں ابن الملک کو کیا بتاؤں کہ اس پاک دھرتی کو کتنے میر صادقوں، میر جعفروں اور کتنے مرزا غلام قادیانیوں، سردار محمد حیاتوں اور کتنے کالا باغوں نے مختلف ادوار میں شرمناک عذابوں سے دافدار کیا ہے۔ لیکن انگریز کی نمک حلالی کی بھی داد دیجیئے کہ اس نے اپنے ہر ایک محسن کی خدمات کا مکمل ریکارڈ ابھی تک انڈیا آفس لائیبریری لندن میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔ جنگ عظیم اول میں جن لوگوں نے حصہ لیا۔ وار فنڈ میں عطیات دیئے، بھرتی دی یا کسی بھی طرح انگریز حکومت کی مدد کی اور پھر انگریزوں نے انہیں کیا کیا میڈل، مربعے اور اعزازات و انعامات دیئے ان کی تمام تفصیلات کو جزئیات سمیت "The Punjab and the War" کے نام سے Mr. Leigh نے ۱۹۲۱ء میں شائع کر دیا تھا۔

سرِدست سردار محمد حیات خان کی انگریزی خدمات کا تذکرہ انگریز مصنف کے قلم سے پیشِ خدمت ہے۔ ایل۔ایچ گریفن اپنی کتاب "پنجاب کے رؤسا اور قابلِ ذکر خاندان" میں رقمطراز ہے۔

۱۸۲۸ء میں کرم خان نامی ایک شخص نے سوار اور پیدل فوج اکٹھی کی۔ جسے جنرل نکلسن نے مارگلہ میں ہندوستانی باغیوں کے خلاف استعمال کیا۔ جس پر "واہ" میں کرم خان کے گھر کو باغیوں نے جلا ڈالا۔ بعد میں اسی کرم خان کو اس کے حقیقی بھائی فتح خان نے ایک روز دوپہر کو باغ میں سوتے وقت قتل کر دیا۔ اسی خان کا بیٹا محمد حیات خان کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر "مانا" کے مقام پر کرنل ایبٹ کی فوج میں بھرتی ہو گیا اور لڑائی کے خاتمے تک اس کے ساتھ رہا۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے دنوں میں نکلسن پشاور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ غدر کی بغاوت شروع ہوئی تو نکلسن نے محمد حیات کو اپنا ایڈی کانگ مقرر کیا محمد حیات خان جنرل نکلسن کے ساتھ ہی تھا۔ جب اس نے باغی پچپیسویں پیدل فوج کو ہوتی (مردان) میں اور باغی چھیالیسویں اور نویںٹں پیدل فوج کو ترلوگھاٹ پر شکست دی۔ ہوتی مردان میں جن باغیوں کو شکست ہوئی ۔ وہ پٹھان مسلمان تھے۔ ان میں سے تقریباً تین سو کو توپوں کے منہ سے باندھ کر اڑا دیا گیا۔ کہ ان کے چیتھڑے اڑ گئے لاشوں کا نام و نشان تک نہ رہا۔ محمد حیات خان یہاں سے خدمات انجام دینے کے بعد اپنے دستہ کے ساتھ دہلی پہنچا اور محاصرے کی تمام مدت میں انگریزوں کے ہمراہ جوانمردی سے لڑتا رہا۔

جب دہلی پر قبضہ کرتے وقت جنرل نکلسن شدید زخمی ہو گیا تو محمد حیات نہایت وفاداری کے ساتھ زخمی جنرل کے ساتھ رہا اور جتنے دن نکلسن زندہ رہا۔ محمد حیات جاں نثاری کے ساتھ اس کی تیمارداری کرتا رہا ان کے کارہائے نمایاں کے صلے میں محمد حیات کی پنشن ۲۵ روپے سے بڑھا کر ۳۶۰ روپے کر دی گئی اور خلعت فاخرہ بطور انعام دی گئی۔

دہلی پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد محمد حیات خان پشاور آ گیا۔ اس کے بعد ترقی دے کر اسے ضلع جہلم میں تلہ گنگ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا۔ پھر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنا کر اس کا تبادلہ بنوں کر دیا گیا۔ بنوں میں اس نے محمد خیل وزیروں کو انگریزوں کا اطاعت گزار بنانے میں مدد دی۔ اس کی ان قابل قدر خدمات پر

حکومت ہند نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ ۱۸۷۲ء میں اسے ترقی دے کر اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا اور "ستارہ ہند" کا خطاب دیا گیا بعد میں اس کو نواب کا خطاب عطاء ہوا۔

سردار محمد حیات خان کے بعد ان کی ان "گرانقدر اور زریں" روایات ان کے بیٹے سردار سکندر حیات خان کے ورثہ میں آئیں اور وہ بھی متحدہ پنجاب میں انگریزوں کا مضبوط مہرہ تھے۔ جن کی بدولت انگریز نے انہیں بتدریج وزیر اعظم پنجاب کے منصب پر لا بٹھایا۔ اپنے فرنگی آقاء کے اشارہ ابرو پر سکندر حیات نے حریت پسند مجاہدین پر ظلم و تشدد کے پہاڑ توڑے اور انگریزی استبداد کی مضبوطی کے سامان بہم پہنچائے اپنے غلامانہ فکر و عمل کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ سردار سکندر حیات کے بیٹے شوکت حیات بھی انگریز فوج میں تھے کہ ۱۹۴۲ء میں جنرل رومیل کے ہاتھوں ٹریپولی کے مقام پر گرفتار ہو گئے۔ سکندر حیات حج بیت اللہ کا پروگرام ملتوی کر کے بیٹے کی رہائی کے لیے مصر چلے گئے۔ جس پر معروف احرار انقلابی شاعر علامہ انور صابری مرحوم نے حسب ذیل قطعہ لکھا۔ جو فوراً زبان زد عام ہو گیا تھا۔

حرم کو بندۂ لات و منات کیا جانے
خدا کے گھر کو سکندر حیات کیا جانے
کسی غریب کی اختر شماریوں کے مزے
نہ جس نے رو کے گزاری ہورات کیا جانے

قارئین محترم! اے آر شبلی مرحوم نے اپنی کتاب پنجاب کے دیہہ خدا میں بائیس بڑے خاندانوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب کئی بائیس خاندان ہم پر مسلط ہیں۔ برطانوی راج کی خدمات کے صلے میں انہیں جو مراعات و مراتب حاصل ہوئے انہی کی بدولت غریب عوام آج تک ان کی رعایا اور محکوم ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ملک آزاد ہوتے ہی ایسے غداروں کو برسر عام پھانسی دے دی جاتی۔ ان کی ناجائز دولت و جاگیر اعزازات و انعامات بحق سرکار ضبط کر لیے جاتے۔ لیکن ہماری بدقسمتی سے ہمیشہ سے برسر اقتدار طبقہ مذکورہ خاندانوں پر ہی مشتمل رہا ہے۔ جو زمانہ سکھوں کا ہو یا انگریزوں کا وہ ہمیشہ ان کے خیر خواہ و کفش بردار رہے اور بدلے میں آنے والی مظلوم نسلوں کے حاکم بن گئے اور خدا معلوم کہ حاکم اور محکومی کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا! شاید اس وقت تک کہ جب کوئی محمود غزنوی بت سرمایہ داری کو اپنی بت شکن شمشیر براں سے پاش پاش کر دے۔

بقولِ غالب ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا؟

○

ضیاءالدین لاہوری

مفتی صدرالدین آزردہ اور سن ستاون

انگریز جاسوسوں کی زبانی

جنگ آزادی ۱۹۵۷ء میں برصغیر کے مسلمان عوام الناس نے انگریزوں کی حاکمیت کے خلاف جدو جہد میں بھر پور حصہ لیا اور حریت پسند رہنماؤں نے حتی المقدور ان کی رہنمائی کی۔ ان میں علمائے دین کی ایک قابل ذکر تعداد بھی تھی۔ دوسری جانب انہی عوام کے ممتاز افراد میں سے بعض مخصوص ذہنیت کے مالک انگریزی حکومت کے دل و جان سے خیر خواہ تھے کیونکہ انہیں قوم کے مقابلے میں ذاتی مفادات عزیز تھے۔ ان قوم فروشوں سے جہاں تک ممکن ہوسکا اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق غیر ملکی آقاؤں کو اس سرزمین پر مسلط رکھنے میں ہر قسم کی امداد مہیا کی۔ انہوں نے انگریزوں کے خلاف لڑنے والوں کی حوصلہ شکنی کی۔ چند ایک نے تو ہم وطنوں کے خلاف تلوار اٹھانے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کی۔ آستین کے سانپ پرچہ نویسی کی خدمات سر انجام دیتے رہے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو بظاہر تو غیر جانب دار تھے یا مجبوراً یا مصلحتاً عوام کے ہم رائے دکھائی دیتے تھے (بلکہ ان کے مشوروں میں بھی شریک ہوتے تھے) مگر پس منظر میں نہایت گھناؤنی سازشوں میں مصروف تھے اور اس طرح انگریزی حکومت کو استحکام مہیا کرنے میں بہت اہم اور خطرناک کردار ادا کر رہے تھے۔ جب ان کے سیاہ کرتوتوں کے طفیل عوامی بغاوت کچل دی گئی تو یہ لوگ اپنی خدمات کے صلے میں انعام و اکرام کے حق دار قرار پائے۔ پنشنیں مقرر ہوئیں۔ جاگیریں منظور ہوئیں۔ خلعات اور عطیات سے نوازے گئے اور اعلیٰ عہدوں پر ترقی اور خطابات سے سرفراز ہوئے۔ انہیں ہر قسم کی مراعات اور سہولتیں عطا ہوئیں جس سے وہ اور ان کے بیٹے پوتے کئی عشروں تک اس بے بس قوم کے نمائندے بن کر غلامی کو تقویت بخشتے رہے۔ جب کرہ ارض پر چلنے والی آزادی کی تحریکوں کی تیز ہواؤں نے اس سرزمین کو متاثر کیا تو ہماری سوچوں میں بھی تبدیلیاں پیدا ہوئیں اور اسی انداز میں گزشتہ تاریخ رقم ہونے لگی۔ بعض نیک نام اشخاص کی دشمن کے تذکرے منظر عام پر آئے۔ جن کا کچا چٹھا ہمیں میسر نہ آسکا وہ اس رد عمل سے محفوظ رہے بعض "شخصیات" کے سیاہ کارناموں کی تفصیلات آہستہ آہستہ دستیاب ہو رہی ہیں۔

ان مشہور شخصیات میں جو دہلی کے محاصرے کے دوران بہادر شاہ ظفر کے دربار سے متعلق رہیں ان میں مولوی مفتی صدر الدین آزردہ بھی تھے۔ پیشے کے لحاظ سے وہ سرکاری ملازم تھے اور دہلی میں باغی قوموں کے داخلے کے وقت تک بطور صدر الصدور اپنے فرائض انجام دے رہے تھے علمی لحاظ سے ان کا شمار چوٹی کے علماء و فضلاء میں کیا جاتا تھا۔ مصنف حدائق الحنفیہ کے مطابق "مفتی صدر الدین خان صدر الصدور جامع علوم صرف، نحو، منطق، حکمت، ریاضیات، معانی، بیان، ادب، انشاء، فقہ، حدیث، تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے اور درس دیتے تھے۔(۱) انگریزوں کے خلاف جاری کیئے گئے جہاد کے ایک فتوی پر ان کا نام فتویٰ دینے والوں میں شامل بتایا جاتا ہے شہر پر انگریزی فوج کے قبضے کے بعد وہ کچھ عرصہ بند رہے۔ ایک غیر مصدقہ روایت ان سے منسوب ہے کہ انہوں نے فتویٰ کے کاغذ پر دستخط کرتے وقت "شہدت بالجبر" لکھ دیا۔ فتویٰ لینے والے یہ سمجھے کہ انہوں نے شہدت بالجبر" (میں نے خیر کے ساتھ

گواہی دی) لکھا مگر جب ان پر مقدمہ چلا تو انہوں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی کہ ان سے فتویٰ پر زبردستی دستخط کروائے گئے تھے۔ ان کا ثبوت انہوں نے یہ پیش کیا کہ انہوں نے اس کے ساتھ "شہدت بالجبر" (میں نے جبر سے گواہی دی) لکھ دیا تھا۔ بالآخر انہیں رہا کر دیا گیا اور بعد میں ان کو ضبط کردہ جائداد غیر منقولہ بھی واگزار ہو گئی۔ اس دور کے دہلی کا کوتوال سید مبارک شاہ اپنی ڈائری میں برطانوی حکومت کے بعض خیر خواہوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ وہ لوگ کھلے بندوں اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے معذور تھے۔ اس کے مطابق شہر کے صدر الصدور مفتی صدر الدین کو بھی اسی زمرے میں رکھ سکتا ہے۔ شہزادوں اور فوج دونوں نے انہیں بار بار کہا کہ وہ اس امر کا فتوی دیں کہ جس جہاد میں وہ مصروف ہیں وہ بالکل جائز اور درست ہے اور اس سے خدائی خوشنودی حاصل ہو گی۔ مفتی صاحب نے ایسا کرنے سے ہمیشہ احتراز کیا۔(۲) بہر حال حقیقت کچھ بھی ہو، ان کی رہائی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دلی طور پر فتوی کے حق میں نہیں تھے ورنہ انہیں کبھی معاف نہ کیا جاتا کیونکہ ایسا کرنا عوام کو بلاشبہ انگریزوں کے قتل پر اکسانا تھا جو انگریزی حکومت کی نظر میں بہت بڑا جرم تھا۔

۱۱ مئی کو جب باغی فوجیں دہلی میں اچانک داخل ہوئیں تو انگریزی نظم و نسق درہم برہم ہو گیا اور مفتی صدر الدین اپنی عدالت چھوڑ جا کر بیٹھ گئے۔ دو تین روز تک تو شہر میں کسی قسم کا کوئی قانون نافذ نہ تھا اور ہر جانب افرا تفری تھی۔ ایسے واقعات میں بہادر شاہ ظفر نے انہیں طلب کیا۔ اس کے بعد روزناموں اور جاسوسوں کی رپورٹوں میں ان سے متعلق جو تذکرہ ملتا ہے وہ درج ذیل ہے۔

ڈائری نویس جیون لال ۱۴ مئی کے روزنامچے کے تحت تحریر کرتا ہے بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان بہادر کو بلایا اور انہیں شہر کا مجسٹریٹ مقرر کر دیا تا کہ وہ مقدمات کا غیر جانب داری اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔ مگر مولوی صاحب نے عدم صحت کی بناء پر معذوری چاہی۔(۳) اسی تاریخ کے تحت چنی لال اپنی اخباری ڈائری میں لکھتا ہے کہ مولوی صدر الدین حاضر ہو کر آداب بجا لائے۔ مولوی صاحب نے ایک طلائی مہر پیش کی۔ بادشاہ نے انہیں عدالت دیوانی جوڈیشنل کورٹ کا منصف مقرر کیا مگر مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مجھے معافی دی جائے۔(۴)

عدم صحت تو ایک بہانہ تھا کیونکہ وہ اس سے قبل بحیثیت صدر الصدور اپنے فرائض ادا کر رہے تھے، دراصل وہ اس معاملے سے الگ رہنا چاہتے تھے۔ بعد کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معذرت کے باوجود انہیں عدالتی ذمہ داریاں سونپ دی گئی تھی۔ جیون لال اپنی ڈائری میں ۲۷ جولائی کے تحت لکھتا ہے کہ "مولوی صدر الدین خان کو حکم دیا گیا کہ اس وقت تک فوجداری مقدمات کی سماعت کریں جب تک کہ انگریزوں پر فتح حاصل ہو" (۵) اسی طرح ۱۲ اگست کی ڈائری سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دربار میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک موقع پر حکیم احسن اللہ خان کا مال و اسباب اس شک میں لوٹ لیا گیا کہ وہ انگریزوں کی خیر خواہی میں سازشیں کرتا ہے۔ اس پر بادشاہ کا ردعمل جیون لال نے اس طرح ظاہر کیا ہے کہ "بادشاہ نے مولوی صدر الدین خان سے کہا کہ جب تک حکیم احسن اللہ خان کا مال، جسے سپاہیوں نے لوٹ لیا تھا واپس نہ کر دیا جائے گا اس وقت تک تمہیں دربار میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی۔" (۶)

جیون لال ۱۹ اگست کی ڈائری میں لکھتا ہے: مولوی صدر الدین کے مکان پر آج پچاس سپاہیوں نے حملہ کیا

لیکن یہ دیکھ کر کہ وہاں ستر جہادی مقابلے کے لئے تیار ہیں وہ واپس آ گئے۔(۷) اس موقع کا پس منظر یہ ہے کہ دہلی میں ساٹھ ستر ہزار سپاہی اور جہادی جمع ہو چکے تھے۔ خزانہ خالی تھا اور بادشاہ کے پاس سپاہیوں کی تنخواہیں ادا کرنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ سپاہی آئے دن دربار میں آ کر بادشاہ سے تنخواہ کا مطالبہ کرتے تھے۔ اس مقصد کے لئے اہل ثروت اور مہاجنوں سے عطیات اور قرضے لئے جاتے تھے۔ اکثر امراء روپیہ مہیا کرنے سے انکار کر دیتے تھے یا بہانے تراشتے تھے تو سپاہی ان سے زبردستی وصولیاں کرتے تھے یا پھر ان کا سامان لوٹ لیا کرتے تھے۔ مفتی صدر الدین کا شمار مالدار افراد میں ہوتا تھا۔ اس لئے ان سے بھی رقم کا تقاضا کیا جاتا تھا۔

تراب علی جاسوس ۲۱ اگست کی رپورٹ لکھتا ہے: مفتی صدر الدین کو ایک لاکھ روپے دینے کے لئے روز تنگ کیا جا رہا ہے۔(۸) کہ انہوں نے اس مقصد کے لئے جہادی بھرتی کر لئے تھے۔ فتح محمد خان جاسوس نے یکم ستمبر کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ مفتی صدر الدین کو رقم کی فراہمی کے لئے دربار میں طلب کیا گیا تھا۔ اس نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ اس نے بہت سے غازیوں کو چوبیس روپے روزانہ کی تنخواہ کا وعدہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیا ہے اس نے نہ صرف بادشاہ کو کوئی رقم دینے سے انکار کر دیا ہے بلکہ دھمکی دی ہے کہ اگر اسے زیادہ مجبور کیا گیا تو وہ شاہی فوج کے خلاف لڑ کر مرنے کے لئے تیار ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ انگریزی فوج کی نسبت ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنے کو ترجیح دے گا۔(۹)

صرف یہی نہیں، مفتی صدر الدین نے انگریزوں سے باقاعدہ سازش کا منصوبہ بنایا اور تراب علی جاسوس کے ذریعے ان سے خط و کتابت کی ٹھانی۔ اس وقت دہلی کی انٹیلی جنس کا سربراہ ہڈسن تھا اور مولوی سید رجب علی اس کے نائب کے طور پر سرگرم عمل تھا۔ تراب علی اپنی رپورٹ محررہ ۲۳ اگست میں تحریر کرتا ہے۔ "کل میں نے آپ کے نام مفتی صدر الدین کا ایک خط بھیجا تھا" (۱۰)۔ اس کی ایک اور رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگریز اپنے قابل اعتماد جاسوس کے ذریعے مرزا الٰہی بخش اور مفتی صدر الدین جیسے لوگوں سے شاہی افواج کی تنظیم میں بھی حسب منشاء تبدیلیاں کروا لیتے تھے۔ وہ اپنی ۲۵ اگست کی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ آپ کے ایما کے بموجب میں نے مرزا الٰہی بخش اور مفتی صدر الدین صاحب سے عرض کر کے سکھوں کو ہر پلٹن سے نکلوا کر علیحدہ پلٹن سکھوں کی بنوائی تھی۔ چونکہ جواب خط مفتی صاحب اور مرزا صاحب کا نہیں آیا، میری عرض کو محمول برخود غرضی کیا اور اس کام کے انجام میں کم توجہ کیا۔ اس واسطے پھر سکھ لوگ متفرق ہو کر اپنی اپنی پلٹنوں میں داخل ہو گئے۔(۱۱)

متذکرہ بالا رپورٹ میں خطوں کا جواب نہ دینے کا معاملہ دراصل انگریزوں کی ایک حکمت عملی تھی۔ مولوی سید رجب علی جیسے لوگ جو شروع ہی سے ان کے ساتھ شریک کار رہے، ان کے لئے زیادہ قابل اعتماد تھے۔ جوں جوں محاصرہ طول پکڑتا گیا تو کچھ با اثر اور خود غرض افراد نے اپنے مفادات کے تحت انگریزوں سے رجوع کیا۔ انگریزوں کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ شہر کے اندر پل پل کی خبریں مل رہی تھیں۔ وہ شاہی فوج میں انتشار اور ان کے پاس اسلحہ کی کمی سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھے۔ لہٰذا انہیں شہر پر قبضہ کر لینے کا پورا یقین تھا۔ وہ صرف برطانیہ سے آنے والی زبردست کمک کے وہاں پہنچنے کا انتظار کر رہے تھے۔ اس امر کی تصدیق اس مراسلت سے ہوتی ہے جو انگریز کمشنر گریتھڈ اور گورنر کالون کے درمیان ہو رہی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فتح حاصل کرنے کے یقین کے تحت انہوں نے ان

لوگوں کا ممنون احسان ہونے کی ضرورت نہ کی اور خیال کیا کہ یہ لوگ آخری وقت میں ان کا ساتھ دینے کی پیشکش مجبوراً کر رہے ہیں۔ اس طرح رابطہ رکھنے والوں کو شہر پر قبضے کے بعد اخلاقی طور پر رعایت دینا ضروری ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ ان کے سابقہ جرائم موجودہ پیشکش کے مقابلے میں شدید تر ہوں لہذا وہ آئندہ انفرادی معاملات کو جانچ کر ان کے متعلق فیصلے کریں گے۔ انہوں نے ان افراد کے ساتھ خط و کتابت کو بے فائدہ سمجھا اور یہ حکمت عملی اختیار کی کہ کسی کو جواب نہ دیا جائے۔ اس کا ثبوت کمشنر دہلی کے مراسلہ بنام گورنر اور اس کے جواب میں ملتا ہے۔ کمشنر گریتھڈ نے ۱۸ اگست کے خط میں تحریر کیا۔ "کل مجھے شہزادہ الٰہی بخش کا ایک خط ملا ہے وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ ہمارے لئے کیا خدمت بجا لاسکتا ہے مگر میں اس کے ساتھ مراسلت میں نہیں پڑوں گا۔(۱۲) اسی طرح چند شہزادوں کی اس قسم کی پیشکش پر بھی اس رد عمل کا اظہار کیا گیا۔(۱۳) گورنر نے جواب میں لکھا آپ نے اچھا کیا جو شہزادوں کے ساتھ مراسلت میں نہیں پڑے۔(۱۴)

مفتی صدر الدین اور اس کے ساتھیوں کی پیشکش کا دائرہ کہاں تک وسیع تھا، وہ تراب علی کی درج ذیل رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ حکیم احسن اللہ خان، مفتی صدر الدین، مرزا الٰہی بخش اور بیگم زینت محل سب اپنی اپنی اہلیت کے مطابق انگریزی حکومت کی مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ سب کشتیوں کے پلوں کو تباہ کرنے کی کوشش کریں گے۔(۱۵)

بالآخر انگریز دہلی میں داخل ہوگئے اور مفتی صدر الدین کا وہ تمام سامان لٹ گیا جسے بچانے کے لئے انہوں نے جہادیوں پر رقمیں خرچ کی تھیں۔ شاہی فوج کے ساتھ لڑمرنے کے ارادے کا اظہار کیا تھا اور انگریزوں کو اہل وطن کی لٹیا ڈبونے کی پیشکش کی تھی۔

کتابیات

(۱) بحوالہ علماء ہند کا شاندار ماضی جلد چہارم مطبوعہ دہلی (۱۹۶۰) صفحہ ۲۴۳

(۲) کوتوال کی ڈائری (انگریزی) مطبوعہ کراچی (۱۹۹۴ء) ص ۴۹

(۳) غدر کے صبح و شام مطبوعہ دہلی (۱۹۲۶ء) ص ۱۰۷

(۴) مقدمہ بہادر شاہ ظفر مطبوعہ دہلی (۱۹۲۰ء) ص ۱۲۷

(۵) غدر کے صبح و شام ص ۱۸۸

(۶) ایضاً ص ۲۱۴

(۷) ایضاً ص ۲۱۲

(۸) غداروں کے خطوط مطبوعہ دہلی (۱۹۹۳ء) ص ۱۴۷

(۹) ایضاً ص ۱۶۸

(۱۰) ایضاً ص ۱۵۰ (۱۱) ایضاً ص ۱۵۳

(۱۲) انٹیلی جنس ریکارڈ جلد اول مرتبہ سر ولیم میو مطبوعہ ایڈنبرگ ۱۹۰۲ء ص ۷۱۴ (۱۳) ایضاً ص ۴۷۸

(۱۴) ایضاً ص ۱۴۳ (۱۵) غداروں کے خطوط ص ۱۶۴

معاصر سے انتخاب

خاندانی منصوبہ بندی یا عذاب!

جرمنی کی حکومت کو سخت تشویش ہے کہ برسوں سے جاری خاندانی منصوبہ بندی کے رضاکارانہ نفاذ کے نتیجے میں آج اس ملک کے ایک کروڑ پچانوے لاکھ جوڑوں میں سے چوراسی لاکھ جوڑے اولاد کی نعمت سے یکسر محروم ہیں۔ باقی ایک کروڑ گیارہ لاکھ میں سے ایک دو اور تین بچوں والے گھرانے ہیں ۔ تین اور اس سے زیادہ بچوں والے گھرانوں کی تیزی سے گھٹتی ہوئی تعداد نے حکومت کو ''فروغِ خاندان'' کی مہم چلانے پر مجبور کردیا ہے۔ اس مہم کی خاص خاص باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

* سرکار ہر نومولود کی پرورش کا وظیفہ دے رہی ہے۔
* زچہ کی حوصلہ افزائی کے لئے چھٹیوں کا لازمی قانون بنا دیا گیا ہے۔
* جس گھر میں ماں یا باپ میں سے کوئی ایک نومولود کی دیکھ بھال کے لئے گھر میں رہنے پر مجبور ہے وہاں اسے نومولود کی ولادت سے اٹھارہ ماہ تک چھے سو مارک ماہانہ سرکاری وظیفہ دیا جارہا ہے۔
* بچے کی باقاعدہ پرورش کے لئے ۱۹۹۲ء سے قانون میں تین سال کی چھٹیوں کی رعایت پہلے سے چلی آرہی ہے۔
* چھٹی کی اس تین سالہ مدت میں والدین کو نوٹس نہیں دیا جاسکتا۔
* یہ تین سالہ تعطیلات والدین کی پنشن کے کلیم میں باقاعدہ ملازمت کی مدت کی طرح شمار کی جائیں گی۔

دنیا میں آبادی کے ہولناک اضافے پر مغرب کا واویلا عروج پر ہے۔ امریکہ کے چنگل میں پھنسی ہوئی اقوامِ متحدہ کی سفاکانہ شرائط پر غریب ملک اپنے نوخیز جوڑوں کو بانجھ بنانے پر مجبور ہیں ۔ خاندانی منصوبہ بندی ان ہی شیطانوں کی دریافت ہے جو جنس کو نسلِ انسانی میں فطری اضافے کا ایک منضبط طریقہ سمجھنے کی بجائے اسے لذت اور نفس پروری کا ایک مادر پدر آزادانہ ذریعہ گردانتے ہیں ۔ غریب قوموں کے جائز بچوں کو قبل از ولادت مارنے والے اپنے ناجائز بچوں کی پرورش کے لئے کیا جتن کر رہے ہیں ۔ یہ حقیقت چشم کشا اور عبرت آموز ہے۔

یہ واضح رہے کہ جرمنی میں جوڑے سے مراد میاں بیوی نہیں بلکہ کتے اور بلیوں کی طرح مرد اور عورت کا کوئی بھی ایسا جوڑا ہے جو اپنی مساعی سے کسی تیسرے وجود کو دنیا میں لانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ (ماہنامہ ''سرگزشت'' جنوری ۱۹۹۸ء)

قادیانی جواب دیں (قسط چہارم)

متعلقہ نزولِ مسیح بن مریم علیہ السلام

سوالنمبر ۳۷: مرزا قادیانی قرآن کریم کی آیت کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ "ھو الذی ارسل رسولہ الخ --- یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دینِ اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیامیں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔ براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ ۴۹۸ خزائن جلد اول ایضاً جدید ۵۹۳ چند صفحات کے بعد اسی کتاب کے ۵۰۵ حاشیہ۔ ایضاً جدید ۶۰۱ پر ایک دوسری آیت کریمہ لکھ کر اس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ "حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دینگے اور کج اور ناراست کا نام و نشان نہ رہیگا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دیگا"۔

سوال یہ ہے کہ مرزا نے قرآن کی ان آیات سے حضرت مسیح کی دوبارہ دنیا میں آمد لکھی ہے۔ ان آیات کی موجودگی میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کا عقیدہ قرآنی لحاظ سے ہو یا رسمی لحاظ سے؟ ۵۲ سال کے عرصہ کے بعد مرزا نے اس قرآنی عقیدہ کو رسمی عقیدہ کہہ دیا تو یہ جھوٹ ہوا یا نہ؟ اگر یہ جھوٹ مان لو بہتر اور اگر یہ جھوٹ نہیں (یعنی رسمی کہنا) تو قرآنی آیات کو رسمی کہہ کر یہ قرآن کی اہانت اور گستاخی ہے یا نہیں؟ اگر قرآن کی تفسیر مرزا نے غلط کی تھی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مرزا جہنمی ہوا۔ کیا جہنمی شخص یا قرآن میں تحریف کرنے والا انسان کسی پیشوائی کا مستحق ہو سکتا ہے؟ اگر ان آیات کی یہ تفسیر مرزا نے صحیح کی ہے۔ تو پھر بھی حضرت مسیح بن مریم کی حیات کی موجودگی میں مرزا کا دعوی جھوٹا ثابت ہوا؟ کیا جواب ہے۔

سوالنمبر ۳۸: مرزا نے حقیقۃ الوحی ضمیمہ ۳۹ خزائن جلد ۲۲ قدیم صفحہ ۶۶۰ و دافع البلا صفحہ ۱۹ چھوٹی تختی جدید صفحہ ۳۳ وغیرہ کتب میں لکھا ہے کہ "حیات مسیح کا عقیدہ تو ایک شرک عظیم ہے"۔ سوال یہ ہے کہ جب مرزا خود ۵۲ سال کے طویل عرصہ تک حیات مسیح کے عقیدہ پر مستحکم اور جما رہا اور مشرک اعظم بنا رہا اور اس طویل عرصہ میں مرزا کو ۱۲ سال تک وحی بھی ہوتی رہی لیکن مرزا بدستور مشرک اعظم بنا رہا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے؟ کیا مشرک اعظم کبھی کوئی نبی ہوا ہے؟ کیا نبی شرکیہ عقائد اور کفریہ عقائد سے پاک نہیں ہوتا؟ کیا نبی معصوم نہیں ہوتا؟

کیا شرک کی موجودگی میں انسان معصوم کہلاسکتا ہے یا ہو سکتا ہے؟

سوالنمبر ۳۹: مرزا قادیانی حضرت مسیح کے متعلقہ علامتوں اور نشانیوں کو حدیث نبوی کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھولکر
فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردیگا التوا
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائیگا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا
پیویں گے ایک گھاٹ پر شیر اور گو سپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بیخوف و بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

تحفہ گولڑویہ ضمیمہ صفحہ ۴۲ خزائن صفحہ ۷۸ جلد ۱۷ - ودر ثمین اردو صفحہ ۱۵ جدید صفحہ ۵۹ مرزاقادیانی احادیث کے حوالہ سے ان اشعار میں لکھتا ہے کہ مسیح کے وقت جنگیں ختم ہونگی۔ امن ہی امن ہو گیا۔ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر اکٹھے پانی پئیں گے۔ بچے سانپوں سے بیخوف وخطر کھیلیں گے۔ نہ بکری کو شیر کا ڈر۔ نہ بچوں کو سانپوں کا ڈر ہوگا۔ یہ کب ہوگا جب حقیقی سچے مسیح تشریف لائیں گے۔ مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ اگر مرزا حقیقی مسیح تھا تو اس کے وقت جنگیں ختم کیوں نہیں ہوئیں؟ شیر اور بکری نے اکٹھے پانی کیوں نہیں پیا۔ بچے سانپوں سے کیوں نہیں کھیلتے؟ اس کا جواب مرزائی دیں؟ یا مرزا کو جھوٹا کہیں: یا شیر اور بکری کو ایک گھاٹ پر جمع کر کے دکھائیں۔ اور بچوں کو سانپوں سے کھلا کر دکھلائیں مرزائیوں کیلئے جو کام آسان ہو ایک کام ضرور کریں یعنی یا مرزا کو جھوٹا مانیں یا یہ نشان دکھلائیں۔

سوالنمبر ۴۰: یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جسکو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوئی۔ تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے انجیل بھی اس کی مصدق ہے۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۵۵۷ خزائن صفحہ ۴۰۰ ج ۳۔ قدیم صفحہ ۲۳۱ مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ مسیح بن مریم کے آنے کی ہی پیشگوئی ہے۔ مرزا کے آنے کی کوئی پیشگوئی نہ تھی نہ ہے۔ کیا جواب ہے؟

۱- دوسری بات اس حوالہ سے یہ ثابت ہوئی۔ کتب صحاح میں یہ ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے کہ مسیح بن مریم ہی آئے گا۔ مرزائیوں سے سوال یہ ہے کہ اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ آنے والا مسیح بن مریم ہی ہوگا۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح بن مریم ہے؟ یہ مسیح بن مریم کیسے بن گیا ہے؟ کیا ایسے بنا ہے خود کہ مرزا عورت بن گیا دو سال تک عورت بنا رہا۔ پھر دس ماہ حمل بھی رہا۔ پھر میں سے میں پیدا ہوا (مفہوم عبارت کشتی نوح صفحہ ۶۸) کیا ایسے ہی ابن مریم ٹھہرا۔

کیا مرزے کو حمل ہو جانا واقعی مانتے ہو؟ کیا مرزا واقعی میں سے میں پیدا ہوا تھا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مرزا کہتا ہے کہ "میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ جو شخص یہ الزام میرے پر لگائے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۹ ۷ جب مرزا مسیح بن مریم نہیں ہے اور پیشگوئی مسیح بن مریم کے آنے کی ہے تو پھر مرزا وہ آنے والا مسیح بن مریم کیسے ہوا؟

سوال نمبر ۴۱: مرزا لکھتا ہے کہ "اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح بن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیشگوئی موجود ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵ ۷ ۲ مرزا کہتا ہے کہ قرآن شریف میں مسیح بن مریم کے آنے کی ہی پیشگوئی ہے۔ جبکہ مرزا کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ابن غلام مرتضیٰ ہے۔ یا ابن چراغ بی بی عرف گھسیٹی ہے۔ معلوم نہیں کس کس نے گھسیٹی تھی۔ تو مرزا مسیح بن مریم نہ ہوا تو ساتھ ہی مرزا کا مسیح ہونا بھی غلط ہوا۔ کیا جواب ہے؟

سوال نمبر ۴۲: مرزا قادیانی لکھتا ہے۔ نعم یوجد فی بعض الاحادیث لفظ نزول عیسیٰ بن مریم ولکن لن تجد فی حدیث ذکر نزولہ من السماء حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۶ خزائن صفحہ ۲۰۲ جلد ۷۔ قدیم صفحہ ۷۷ (ترجمہ) ہاں بعض احادیث میں عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے۔ لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ ابن مریم کا نزول آسمان سے ہوگا۔

مرزا کہتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم کیلئے نزول کا لفظ احادیث میں آیا ہے مگر آسمان کا لفظ کسی حدیث میں نہیں ہے۔ مگر دوسری طرف مرزا لکھتا ہے کہ آسمان کا لفظ بھی حدیث میں آیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ حوالہ نمبر (۱) دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔ تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔ ملفوظات مرزا جلد پنجم ۳۲، ۳۳ حوالہ نمبر (۲) صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶ حوالہ نمبر (۳) اب پہلے ہم صفائی بیان کیلئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائیبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے وہ دو نبی ہیں ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس

بھی ہے دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ توضیح مرام صفحہ ۴ خزائن صفحہ ۵۲ جلد ۳ چھوٹی تختی جدید صفحہ ۳

سوال یہ ہے کہ ایک طرف کہتا ہے کہ مسیح کیلئے نزول کا لفظ ہے مگر آسمان کا لفظ نہیں ہے۔ مگر دوسری طرف خود ہی حدیثیں بھی آسمان سے نازل ہونے کی بیان کرتا ہے مرزائی بتائیں کہ مرزا کی کونسی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی؟

جس انسان کو اپنی عبارات یاد نہ رہتی ہوں اور سخت اختلاف کا سامنا اس کی عبارات میں ہو۔ اس کی کسی بھی بات کا کیا اعتبار ہے؟

اختلاف قبر:

سوال نمبر ۴۳: حضرت عیسیٰ ابن مریم کیلئے ان کی قبر ثابت کرنے میں مرزا نے پوری ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

پہلا بیان: مرزا کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ان کی اپنے وطن گلیل میں ہے۔ ازالہ اوہام خزائن صفحہ ۳۵۳، قدیم صفحہ ۱۹۷ء طبع لاہور صفحہ ۳۷۴ مرزا کی ایک دوسری کتاب تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۷ میں بھی یہی بیان ہے۔

دوسرا بیان: مرزا کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تو یروشلم میں ہے تحفتہ الندوہ صفحہ ۱۵ خزائن صفحہ ۱۰۳ جلد ۱۹۔ قدیم صفحہ ۱۰ جس دن مرزا کو یروشلم میں قبر کا علم ہوا تو اس دن کو مرزا نے عید کا دن قرار دیا۔ اور مٹھائیاں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ مفہوم عبارت تحفتہ الندوہ۔

تیسرا بیان: مرزا کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تو بلاد شام میں ہے اور ہر سال عیسائی ان کی قبر پر جو بلاد شام میں ہے مقررہ تاریخوں میں جمع ہوتے ہیں۔ ست بچن حاشیہ خزائن صفحہ ۳۰۹ جلد ۱۰۔ یہی بیان مرزا کی کتاب اتمام الحجہ صفحہ ۴۴ پر بھی ہے۔ اسی بیان کے ساتھ مرزا یہ بھی لکھتا ہے کہ اے میرے مخالفو! حضرت عیسیٰ کی قبر اگر بلاد شام میں ہے تو میں سچا ہوں اور تم جھوٹے اور اگر ان کی قبر بلاد شام میں نہ ہو تو میں جھوٹا اور تم سچے (مفہوم عبارت ست بچن حاشیہ)

چوتھا بیان: مرزا کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تو کشمیر سرینگر محلہ خان یار میں ہے۔ کشتی نوح صفحہ ۱۸ چھوٹی تختی جدید صفحہ ۲۴ طبع قادیان صفحہ ۱۵ ان عبارات سے یہ معلوم ہوا کہ مرزا کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چار جگہ پر ہے۔ کیا مرزائیو! مرزا کے فرمان کے مطابق حضرت عیسیٰ کی قبر چار جگہ تم ماننے کیلئے تیار ہو یا نہیں؟ اگر تیار ہو تو فبہا۔ اگر نہیں تو وجہ بتائیں؟ ایک بات کو سچ مانو گے تو باقی تین باتیں جھوٹی ثابت ہونگی۔ جو مرزا کو پکار پکار جھوٹا کہہ دیں گی۔ وہ خاموش ہونگی جب تک مرزے کا جھوٹے ہونے کا اقرار نہ ہوگا۔ ایک سوال یہ ہے کہ قبر کی تو ایک جگہ بھی کافی سے زیادہ تھی۔ چار جگہ قبر بتلانے کی کونسی ضرورت پڑ گئی تھی؟ مگر کیا کیا جائے جھوٹے آدمی کا حافظہ نہیں ہوتا جیسا کہ مقولہ مشہور ہے دروغ گورا

حافظہ نہ باشد

مسیح بن مریم علیہ السلام کا باپ نہیں تھا

سوالنمبر ۴۴: مرزاقادیانی کہتا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم کا باپ تھا جس کا نام یوسف نجار تھا۔ چنانچہ لکھتا ہے "حضرت مسیح بن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے۔ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۲۷ دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔ کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۲۶ مگر قرآن فرماتا ہے کہ حضرت عیسی کا باپ نہیں ہے لفظ کن سے حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم۔ آل عمرانع۔ ۱ پ ۳) بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے"۔ یعنی جیسے حضرت آدم پیدا ہوئے ایسے ہی حضرت عیسی کو سمجھ لیجئے۔ حضرت آدم کا نہ باپ ہے نہ ماں۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں ہے۔ صرف ماں سے پیدا ہوئے۔ حضرت آدم کی طرح حضرت عیسیٰ بھی لفظ کن سے پیدا ہوئے۔ اور لوگوں کیلئے نشانی ہوئے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے حضرت مریم علیہ السلام نے بشارت سنانے والے فرشتہ کو فرمایا۔

قالت رب انی یکون لی ولد ولم یمسسنی بشر قال کذالک اللہ یخلق مایشاء ۔ اذاقضی امرا فانما یقول لہ کن فیکون -(آل عمران ع ۵ - پ ۳)

ترجمہ ۔ مریم نے کہا اے میرے رب مجھے بیٹا کیسے ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ جب کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے" ۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ہے

قالت انی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشرولم اک بغیا۔ قال کذالک قال ربک ہو علی ہین ولنجعلہ آیتہ للناس ورحمتہ منا وکان ۔امراً مقضیا(سورہ مریم ع ۲ پ ۱۶)

ترجمہ: (حضرت مریم نے) کہا میرے لئے لڑکا کہاں سے ہوگا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا ایسا ہی ہوگا۔ تیرے رب نے کہا ہے وہ مجھ پر آسان ہے۔ اور تاکہ ہم اسے لوگوں کیلئے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ بات طے ہو چکی ہے"۔

مرزائیوں سے سوال یہ ہے قرآن فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں ہے مگر مرزا کہتا ہے کہ نہیں حضرت عیسیٰ کا باپ یوسف نجار تھا۔ اب مرزائی جواب دیں کہ قرآن سچا ہے یا مرزا؟ قرآن کو سچا مانیں تو مرزا جھوٹا بنتا ہے اگر مرزا کو سچا مانا جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام نعوذ باللہ غلط ٹھہرتا ہے۔ اب مرزا کی بات کو ماننے سے کیا یہ واضح نہیں ہوتا کہ قرآن کا انسان منکر ہو جاتا ہے؟ قرآن کے خلاف بکنے والا اور قرآن پر افتراء کرنے والا اللہ کے سچے نبی کی گستاخی کرنے والا افرادٹھی دھوکہ باز، چالباز اور ٹھگ انسان کیا شیطان کا ساتھی اور شیطان کا ہتھیار نہیں ہوتا؟ کیا ایسا انسان مسلمان ہو سکتا ہے چہ جائیکہ اسکو کسی عہدہ پر بٹھا دیا جائے؟

ساغر اقبالی

طنزومزاح

زبان میری ہے بات ان کی

موٹروے پر میری اور میاں صاحب کی گاڑی چل سکتی ہے عوام کی نہیں۔ (لغاری)

○ گویا عوام کا نقصان آپ دونوں کی قدرِ مشترک ہے۔

ڈپٹی کمشنر اور اے سی ڈانس پارٹی میں لڑ پڑے۔ دونوں معطّل۔ (ایک خبر)

○ کس کہ نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے؟

لوٹا کریسی قائداعظم کے اقدامات سے شروع ہوئی۔ (ولی خان)

○ قائداعظم کے وارث جواب دیں۔

ناقص کارکردگی پر ملتان کے سات ڈی ایس پی صاحبان کو وارننگ۔ (ایک خبر)

○ بہت کڑی سزا ہے!

سرگودھا میں ایم پی اے کے خلاف نرسوں کا جلوس۔ (ایک خبر)

○ کیا فرق پڑتا ہے۔ ایم پی اے ہے، کوئی مذاق تو نہیں۔

فیصل آباد میں دہشت گردی کا نشانہ بننے والے سپرد خاک کردیئے گئے۔ (ایک خبر)

○ دہشت گردوں کو کون سپردِ خاک کریگا؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کہا ہے، ظلم کا مقابلہ نہ کرسکو تو ہجرت کرجاؤ۔ (بے نظیر)

○ آپ کو بھی نبی کا واسطہ ہے پاکستان سے ہجرت کرجائیں۔

گندم کی خورد برد کے الزام میں ڈسٹرکٹ فوڈ کنٹرولر گرفتار۔ (ایک خبر)

○ تعجب تو تب ہوتا جب فوڈ کنٹرولر سونا خورد برد کرتا!

تین انسپکٹر ڈی ایس پی بنادئے گئے۔ (ایک خبر)

○ جرائم کی سرپرستی پر ترقی دے دی گئی۔

ملک زیادہ انتظار نہیں کرسکتا۔ سیاسی جماعت کا جلد اعلان کروں گا۔ (لغاری)

○ لٹیروں کے آگے جہاں اور بھی ہیں۔

بادشاہی مسجد میں ۲۶ سال سے خطیب ہوں۔ خواہش ہے یہیں دفن ہوں (مولانا عبدالقادر آزاد)

○ یہاں تو سکندر حیات بھی دفن ہے۔

قائداعظم پر تنقید گناہ نہیں۔ (فرید طوفان)

○ بلاتبصرہ!

تمام منشی (رشوت خور) افسر قتل کردیں گے۔ ان کی گاڑیاں نذرِ آتش اور انکی بیٹیوں کے چہرے تیزاب

پھینک کر مسخ کردیں گے (چیف جسٹس سندھ ہائیکورٹ کے نام ایک خط)

○ جب عوام تنگ آجائیں تو ایسے ہی ہوتا ہے۔

ملتان: خاتون لیگی رہنما کی بیٹی نے امتحانی کاپی پھاڑ کر نگران کے منہ پر دے ماری۔ (ایک خبر)

○ لیگ زادی نے امتحانی سنٹر کو اسمبلی ہال بنا دیا۔

پولیس عوام کو باقاعدہ لوٹنے لگی۔ دو ڈاکو اہل کار گرفتار۔ (ایک خبر)

○ کلمۂ امن........ پولیس ختم، جرائم ختم

قیامت کو نہیں مانتی۔ (ریشماں)

○ یہی تو قیامت ہے۔

نقل روکنے کے لئے لاہور بورڈ نے میٹرک کے امتحان میں رینجرز بلوا لئے۔ (ایک خبر)

○ ہم ایسی سب کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے بیٹے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

سرگودھا میں تین ڈاکے۔ ایک ڈاکو واردات کے دوران پکڑا گیا (ایک خبر)

○ واردات سے پہلے بتا کر نہیں گیا تھا۔

مخدوم سجاد حسین قریشی کی قل خوانی اور شاہ محمود کی دستار بندی۔ (ایک خبر)

○ لٹ گیا دین خانقاہوں میں

وزیر اعلیٰ انسپکشن ٹیم کا سیکشن آفیسر رشوت لیتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار۔ (ایک خبر)

○ رشوتوں سے پلے ہوئے بچے
کتنی جلدی جوان ہوتے ہیں

اب صوبہ سرحد کا نام صوبہ "پختون خواہ" ہے (ولی خان)

○ وئی وئی وئی، ڈغ ڈغ ڈان .... ولی خان، ولی خان

اے این پی اور مسلم لیگ میں علیحدگی ہو گئی۔ (ایک خبر)

○ لائی بے قدراں نال یاری تے ٹٹ گئی تڑک کر کے......

جماعت اسلامی، مسلمانوں کے لئے نقصان دہ جماعت ہے (پیر پگاڑا)

○ آپ کے لئے تو نہیں ہے۔

حسنِ انتقاد

ذ. بخاری

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

شرح اسما الحسنیٰ

پتا نہیں کس کا شعر ہے، پر کیا اچھا شعر ہے کہ........

آ گہی میں اک خلا موجود ہے
اس کا مطلب ہے خدا موجود ہے

آگہی میں، ایک نہیں، کئی خلا ہیں........ بے شمار اور بے کنار، بے سمت اور بے تھاہ، تاریک اور پُر ہول! انسان..... ان خلاؤں کا مسافر ہے۔ افتاں و خیزاں، غلطاں و پیچاں اور لرزاں و ترساں مسافر! راستے سے دور، روشنی سے دور اور راستی سے دور ....راستے کی تلاش میں، روشنی کی تلاش میں اور راستی کی تلاش میں، سر گرداں مسافر! بارہا ایسا ہوا کہ اس نے راستہ ڈھونڈا اور اس پر چل پڑا، اس نے روشنی دیکھی اور اُسے جالیا، اس نے راستی پائی اور اسے اپنالیا، لیکن یہ کیا؟ یہاں نہ راستہ ہے، نہ روشنی ہے، نہ راستی ہے۔ اور پھر...... وہی سفر، وہی لاحاصلی، وہی خلا نوردی! بے شک....... آگہی میں اک خلا موجود ہے، بے شک........ انسان ظلوم و جہول ہے۔ جو ناراستی کو راستی سمجھے اور سمجھائے، جو ظلمت کو روشنی جانے اور بتلائے اور جو بھول بھلیوں کو راستہ مانے اور منوائے، بے شک........ وہ بہت بڑا ظالم ہے، وہ بہت بڑا جاہل ہے۔ پھر وہ جو اپنے ظلم کو عدل کہتا ہے اور اپنی جہالت کو علم کہتا ہے۔ بے شک........ وہ سب سے بڑا ظالم ہے، وہ سب سے بڑا جاہل ہے۔ ظلم اور جہالت کے اپنے درکات ہیں اور، عدل اور علم کے اپنے درجات ہیں۔ ایک میں انتہا ظلوم و جہول ہونا اور ایک میں انتہا احسن تقویم ہونا ہے۔ اور وہ جو احسنِ تقویم ہے، وہ "قیّام" اور "قیّوم" کو خوب جانتا ہے، خوب مانتا ہے، خوب پہچانتا ہے۔ القیّوم........ قائم بذاتہ، ذاتِ ابدی، ہر چیز کا نگہبان، بے مثل و بے ہمتا...... اور وہ ایک ہی ہے۔ "زمین و آسمان کی تمام مخلوق، زبانِ حال و قال سے اپنی حاجات اُسی سے طلب کرتی ہے۔ کسی کو ایک لمحہ کے لیے اس سے استغنا نہیں۔ اور وہ بھی سب کی حاجت روائی اپنی حکمت کے موافق کرتا ہے۔ ہر وقت اس کا الگ کام اور ہر روز اس کی نئی شان ہے۔ کسی کو مارنا، کسی کو جلانا، کسی کو بیمار کرنا، کسی کو تندرست کر دینا، کسی کو بڑھانا، کسی کو گھٹانا، کسی کو دینا، کسی سے لینا، اس کی شئوون میں داخل ہیں۔" اس کی شئوون، اس کے اسماء سے ظاہر ہیں۔ اس کے اسماء بے شمار ہیں کیونکہ اس کی شئوون بے شمار ہیں۔

یہ جو کتاب "شرح اسماء الحسنیٰ" کے نام سے مولانا عبد الصمد صارم نے لکھی ہے، اس میں معارف اور

معانی کا اک جہان آباد ہے۔ میں نے یہ جہانِ معنی خود دیکھا ہے اور وہ لمحے جن میں روحِ انسانی آگہی سے سیراب، علم سے شاداب اور عرفان سے سرشار ہوتی ہے، میں نے وہ کم یاب اور قیمتی لمحے..... طویل ہوتے ہوئے لمحے..... اسی جہان معنی میں گزارے ہیں۔ میرا دل بھی یہی گواہی دیتا ہے کہ.........

جو تیری یاد میں گزرے، وہی پل زندگی ٹھہرے
وگرنہ ساری گھڑیاں، سارے لمحے ایک جیسے ہیں

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں، ننانوے (۹۹) نام تو وہ ہیں جو توقیفی ہیں، جو خود اللہ تعالیٰ نے ٹھہرائے اور بتلائے ہیں۔ لیکن اسمائے حسنیٰ غیر توقیفی بھی ہیں، اور یہ بے شمار ہیں۔ صارم صاحب نے توقیفی اور غیر توقیفی اسمائے حسنیٰ پر، کُل ایک سو (۱۰۰) مضامین قلم بند کیے ہیں۔ صارم صاحب خطیب نہیں، ادیب ہیں، لیکن ان کی تحریر میں تقریر کی لذت موجود ہے۔ حکایتوں، تمثیلوں، اشعار اور اقوال سے ایک سماں بندھتا ہے، ایک رنگ جمتا ہے۔ پھر اس رنگ میں سے تفکر، تفلسف، تذکیر اور تزکیہ کے کئی رنگ پیدا اور ہویدا ہونے لگتے ہیں۔ منطق کی گتھیوں اور لغت کے بکھیڑوں پر لذّت شوق غالب آ جاتی ہے۔

کتاب کے مرتب اور مدوّن، مولانا حبیب الرحمن ہاشمی ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ یہ کتاب کبھی نہ چھپتی اگر مولانا کا اخلاص، ایثار اور استقلال انہیں تحت تحت اور فرد فرد مسودے کی فراہمی کا ہفت خواں طے نہ کراتا۔ یہ داستان بھی قابلِ مطالعہ ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ کتاب اپنی طباعت و تزئین میں بہت دیدہ زیب اور بہت دل کش ہے..... تا بحدِّ امکان، تا بحدِّ مبالغہ! اس پر زبیر احمد قاسمی صاحب (ناشر) کو مبارک باد!

کتاب کی ضخامت پانچ سو چھہتر (۵۷۶) صفحات، اور قیمت دو سو دس (۲۱۰) روپے اور ملنے کا پتا مکتبہ قاسمیہ، نزد چوک گھنٹہ گھر کچہری روڈ ملتان ہے۔

ارشادت حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہ

مولانا عبد الماجد دریا بادی نے ایک روز حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ کے خیال میں اس وقت کے مشائخ میں قابل بیعت کون کون ہیں؟ تو حضرت تھانوی نے ایک پرزے پر، نو (۹) نام، ترتیب وار لکھ کر دے دیئے۔ ان جلیل القدر مشائخ میں جو نام سر فہرست تھا وہ شاہ عبد القادر رائے پوری (رحمۃ اللہ علیہ) کا تھا.........

وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد
محبّت میں یکتا، حمیت میں فرد

یہ اسی عارف کامل کا ذکر خیر ہے، جس کی صحبتوں کی تاثیر اور جس کی گرمیٔ محفل کی یاد سے نہ معلوم کتنے ہی دلوں میں آج تک چراغ روشن ہیں۔ یہ روشنی، یہ حرارت ایسی ہے کہ اس کا مرقّع نہیں کھینچا جا سکتا۔ ہاں، اسے محسوس کیا جا سکتا ہے اور میں اسے محسوس کر رہا ہوں۔ اسے آپ بھی محسوس کر سکتے ہیں۔ ذرا متوجہ

ہو کر سنیے۔ حضرت فرما رہے ہیں:

".......ایک ہے "علم"........ایک ہے "عالم"......ایک ہے "معلوم"۔ جتنا کسی عالم کا معلوم، اعلیٰ ہے اتنا ہی وہ عالم اعلیٰ ہے اوراسکا علم بھی اسی حساب سے اعلیٰ ہے۔ معلوم کا اعلیٰ یا ادنیٰ ہونا اس بات پر ہے کہ جو چیز پائیدار ہے وہ ناپائیدار سے اعلیٰ ہے۔ مخلوقات کا علم اس لیے ادنیٰ ہے کہ وہ فنا ہونے والی ہیں، ان کا علم بھی فنا ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا علم اعلیٰ ہے کیونکہ وہ باقی اور ہمیشہ رہنے والا ہے، اس کا علم بھی ہمیشہ رہے گا۔ علم سے ہی کسی شئے کی معرفت ہوتی ہے اور معرفت ہی لگاؤ کا سبب ہوتی ہے۔ جب کسی شئے کا علم نہ ہو تو اس سے محبت اور عشق بھی کیا ہو گا؟

ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ وہ زندہ رہے اور اسکی زندگی راحت کی زندگی ہو۔ گویا انسان کا مقصود، دائمی زندگی اور راحت والی دائمی زندگی ہے۔ اب جس شخص کا معلوم فنا ہونے والی چیزیں ہوں گی، جب وہ فنا ہو جائیں گی تو ان کا علم بھی جاتا رہے گا، تب اس شخص کی زندگی میں کوئی راحت نہ رہے گی۔ کہ لذت و راحت تو علم سے ہے۔ چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ باقی ہے تو اس کی صفات کا علم فنا نہ ہو گا، اور انسان کی روح بھی چونکہ کبھی نہیں مرتی، اس لیے جس کو صفات باری تعالےٰ کے علم میں رسائی اور رسوخ ہو جائے، اسکی زندگی دائمی اور راحت کی زندگی ہو گی اور یہی جنت کی زندگی ہو گی۔ اب جو شخص صرف مخلوق کا علم رکھتا ہے اور اس سے ہی لذت گیر ہوتا ہے تو مخلوق کے فنا ہو جانے کی وجہ سے یہ علم بھی فنا ہو جائے گا اور اس کی بدولت قائم کردہ راحتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ تب اس پر وہ زندگی، دوزخ کا عذاب بن کر مسلّط ہو جائے گی۔

مخلوقات کے علم کی رفتار بڑی طویل راہ چاہتی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مخلوقات کا یہ ترقی پزیر علم آگے بڑھ کر حقیقت تک پہنچ جائے اور مخلوقات کے علم کی سرحدوں کو پار کر کے انسان اسی ذریعہ سے خالق تک بھی پہنچ جائیں مگر یہ شئے احتمالی ہے اور تمام متعلقات چاہتی ہے۔ لہٰذا انبیاء کا راستہ ہی کامیابی کا راستہ اور براہ راست اقدام ہے۔ حکما کا راستہ، راستہ تو خیال کیا جاسکتا ہے مگر طویل اتنا ہے کہ زمانے صرف ہوں، جبکہ دنیا میں جو عمر میسر ہے وہ بھی سامنے ہے۔ نسل انسانی اگر اس راہ میں ترقی کرتی بھی رہے اور قدم قدم پر پیش آنے والی کھائیوں میں پھنس کر اس کا جہاز سُست نہ پڑ جائے یا غرقاب نہ ہو جائے، تو بھی نسل انسانی کے وہ آنے والے لوگ ہی خدا رسیدہ ہو سکیں گے، اور ان سے پچھلے محروم ہی رہیں گے۔ یعنی اس راستہ میں دونوں احتمال ہیں کہ یہ (منزل پر) پہنچ جائے یا کبھی نہ پہنچے۔ پھر قدم قدم پر سو سو آفات ہیں۔ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہی براہ راست اور کامیاب راستہ ہے۔ یہی دائمی اور راحت کی زندگی کا راستہ ہے۔ قرآنِ پاک کے بتائے ہوئے اخلاق ہی راستہ کی سواری ہیں۔ انسان کی عمر گزر جاتی ہے مگر وہ ساتھ نہ جانے والی دولت کمانے کے ذوق میں مرجاتا ہے۔ دولت فی نفسہ کوئی چیز نہیں بلکہ اس کا علم ہی وہ سُرور ہے جو دولت مند کو میسر ہوتا ہے اور جو اس کے مرجانے پر یا کسی آفت کی وجہ سے محروم ہو جانے پر ختم ہو جاتا ہے اور محرومی کی حسرت بطورِ عذاب کے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ اسی طرح حسد ہے، اسی طرح حُبِ جاہ ہے۔ انسان جاہ

کے حصول میں عمر کی بازی لگادیتا ہے اور مرتے دم تک اس ارمان سے نہیں چھوٹتا۔ اور جب مر گیا تو یہ ارمان اسے پورا کرنے والی مخلوق، سب ختم ہوگئے۔ اب یہ علم بھی مٹ جائے گا، اور اگر رہ بھی جائے گا تو اس کے باعث جو لذت محسوس ہوتی تھی، اب اس کی سبیل نہ رہے گی۔ یہ محرومی ہی عذاب دوزخ ہوگی۔ ایک بے ایمان کو اسی لیے دائمی عذاب ہے۔ اور ایماندار کو (اس کے حسب حال، جب بھی ملے) دائمی راحت ضرور ملے گی جو کبھی زائل نہ ہوگی۔ گویا ایک کے پاس کوئی باقی معلوم نہ تھا، یعنی باقی کا علم یا معرفت نہ تھی، یہی بے ایمانی یا بے یقینی تھی۔ اپنے نفاق کا قوی علم اُسے اور بھی باعث محرومی اور وجہِ عذاب ہوگا۔ جبکہ دوسرے کے پاس باقی کا علم یا معرفت تھی، یہی ایمان یا یقین تھا جو قوتِ عمل کی کمزوریوں اور لغزشوں کے باجود بالآخر دائمی راحت کی جنت میں اُسے لے جا کر رہے گا۔" (ص ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱)

"تصوف کیا ہے......... دنیا کے تمام مباح اور جائز کاروبار کو دین بنا دینا! یاد رکھو، اگر نیت کو بیدار رکھ کر کام کیے جائیں کہ یہ کام میں اللہ کے لیے اس کی رضا کے حصول اور اس کے احکام کی تعمیل میں کرتا ہوں تو وہ بہت سی نفلی عبادتوں سے افضل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً مسلمان پر اپنے اہل و عیال کی پرورش کا ایک درجہ واجب ہے۔ اب اگر اس واجب کی ادائیگی کے لیے وہ کام کرتا ہے، اور نیت کر کے، غفلت ترک کر کے، کرتا ہے تو نوافل پڑھنے سے زیادہ ثواب ہے۔ کیونکہ وہ ایک واجب ادا کر رہا ہے۔ اس طرح ہر کام کو عبادت بنایا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ حرام اور مکروہ نہ ہو۔ جبکہ ریاکاری سے تو خالص عبادت (خواہ نماز ہی ہو) شرک بن جاتی ہے۔ دکھاوے سے عبادت کرنا شرک ہے۔ شیخ الحدیث (مولانا محمد زکریاؒ) صاحب سے مولانا حبیب الرحمٰن (لدھیانویؒ) صاحب نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ تصوف کیا ہے؟ انہوں نے کیا ہی خوب جواب دیا کہ تصوف، تصحیح نیت کا نام ہے.......انما الاعمال بالنیات! اور ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ) نے مجھے فرمایا کہ مولوی صاحب، لوگ خبر نہیں تصوف کسے سمجھتے ہیں۔ تصوف فقاہت کا نام ہے۔ یعنی دینی سمجھ! گویا، حضرت شیخ الحدیث نے تصوف کا ابتدائی سِرا بیان فرمایا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے انتہائی۔ ہر کام کو نیت کے ساتھ سر انجام دینا، تاکہ غفلت نہ ہو، یہی عبادت ہے۔ اور یہ جو ذکر کرایا جاتا ہے، اس کی غرض بھی غفلت کو دور کرنا ہے۔ مباح سے لے کر اوپر تک جو کام ہیں، سب کو بیداری سے کرنا...... یہی بڑا اور اعلیٰ ذکر ہے اور یہی تصوف ہے۔ اب یہ بات خواہ دس گھنٹے میں حاصل ہو، دس دن میں حاصل ہو، دس ماہ میں حاصل ہو یا دس سال میں۔ "اخلاص" اسی کو کہتے ہیں۔ اور اسی کے لیے آیا ہے کہ "درجہ احسان" حاصل کرو" (ص ۱۳۱، ۱۳۲)

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۷۵ء .... ۱۹۶۲ء) کے ارشادات کا یہ مجموعہ، مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا تھا۔ جس کی تلخیص اور ترتیبِ نو کی سعادت مولانا محمد عبداللہ صاحب (مہتمم دارالہدیٰ، بھکر) کے حصّہ میں اور اشاعت کی خدمت مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور کے حصّہ میں آئی ہے۔ سالِ اشاعت ۱۹۹۷ء ہے۔ دو سو اسی (۲۸۰) صفحات کے اس مجموعے کی قیمت صرف

پچاس روپے ہے۔ قیمت، یقیناً بہت کم ہے، جسے مرتب اور ناشر کا مالی ایثار ہی کہنا چاہیے۔ اور یہ قابلِ صد ستائش ہے۔

یہی مجموعہ "مجالس حضرت رائے پوریؒ" کے نام سے ۱۹۹۶ء میں، اسی مکتبہ سے شائع ہوا تھا۔ اس کے محرک بھی مولانا محمد عبداللہ صاحب تھے۔ مجموعہ کی تازہ اشاعت میں، ضخامت گھٹائی گئی ہے اور عبارات و اشارات کو سلجھایا گیا ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشادات و ملفوظات کے سب مجموعوں کو ازسر نو، موضوعاتی ترتیب کے ساتھ، سلسلہ وار مدون کیا جائے اور توضیحات و حواشی کا اہتمام بھی کیا جائے۔

ختم المرسل صلی اللہ علیہ وسلم:

جنابِ سید امین گیلانی پاکستان کے بزرگ شعراء میں سے ہیں۔ ابتداء میں ان کا میلان غزل کی طرف تھا۔ پھر انہی کے بقول حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی تربیت اور توجہ سے طبیعت کا رجحان نظم کی طرف ہو گیا۔ وہ ایک طویل عرصہ تک مجلس احرار اسلام کے اسٹیج کی رونق رہے اور ان کی انقلابی نظمیں کارکنان احرار کے حوصلے بڑھاتی رہیں۔ ان کا پڑھنے کا انداز سب سے منفرد ہے۔ حقیقت ہے کہ وہ جلسوں پر چھاجایا کرتے تھے۔ انہوں نے غزل اور نظم کے ساتھ ساتھ نعتیں بھی کہیں اور خوب کہیں۔ جناب سید امین گیلانی کے فرزند محترم سید سلمان گیلانی بھی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری اور لہجہ میں اپنے والد محترم ہی کا عکس ہے۔ خوب لکھتے ہیں اور خوب پڑھتے ہیں۔ سید کاشف گیلانی بھی ان کے عزیز ہیں۔ نظم کے شاعر ہیں لیکن اب حمد و نعت اور غزل بھی کہتے ہیں۔ نقیب ختم نبوت میں ان کی نگارشات شائع ہوتی رہتی ہیں۔ حال ہی میں ان تینوں شعراء کی نعتوں پر مشتمل ایک کیسٹ ریکارڈ کیا گیا ہے۔ محمد الیاس چودھری کی خوبصورت آواز میں یہ خوبصورت نعتیں بہت ہی لطف انگیز ہیں۔ یہ کیسٹ پاک ریکارڈنگ سنٹر A-84 پہلی منزل کریم سنٹر صدر کراچی سے مل سکتی ہے۔

پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے پر ماہنامہ "الحق" (دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک) کا خاص شمارہ

* پاکستان کے نامور اہل قلم، محققین، علماء اور دینی و قومی درد رکھنے والے
* دانشوروں کے مقالات * تحقیق کے نئے گوشے اور زاویے * پچاس سالہ روداد سفر
* مقصد تخلیق پاکستان سے مسلسل انحراف * گولڈن جوبلی اور پاکستان
* کیا سرسید دو قومی نظریہ کے بانی تھے۔ * تحریک آزادی و تحریک پاکستان میں علماء کا روشن کردار
* جمہوریت کا تجربہ * نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان * مسلسل ناکامیوں کی داستانِ الم
* اہم معلومات * سنسنی خیز انکشافات * اور چشم کشا تجزیے

صفحات: 164 قیمت: 35 روپے

دفتر ماہنامہ "الحق" دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (ضلع نوشہرہ)

سید سلمان احمد عباسی (ٹوبہ ٹیک سنگھ) باسمہ سبحانہ

مرتد، اولادِ مرتد اور زندیق

مکرمی جناب شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

"نقیب ختم نبوت" انتظار طویل وشدید کے بعد موصول ہوا۔ مضمون "مرتد اور اولاد مرتد" پڑھ کر یاد آیا کہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اکفار الملحدین" میں کفار کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور فقہ کی معتبر ترین کتابوں کے حوالوں سے ہر قسم کا حکم بیان کیا ہے۔ جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

پہلی قسم اصلی کفار ہیں۔ یعنی یہودی، عیسائی، ہندو وغیرہ ہم، جو پشت ہا پشت سے اپنے اپنے خود ساختہ باطل مذہب کے پیرو چلے آرہے ہیں انکا حکم یہ ہے کہ یہ لوگ دارالاسلام میں معاھد اور ذمی کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں انکو مذہبی آزادی اور تمام انسانی حقوق حاصل ہوں گے۔

دوسری قسم مرتدین ہیں۔ یعنی جو لوگ دین اسلام ترک کر کے معاذ اللہ ہندو، یہودی، عیسائی ہو گئے یا کسی بھی باطل مذہب کے پیروکار ہو گئے بشرطیکہ وہ اپنے آپ کو مسلمان قرار نہ دیتے ہوں انکا حکم یہ ہے کہ مرتد کو اسلامی حکومت توبہ کر کے دوبارہ اسلام قبول کرنے پر جبر کرے گی اگر وہ توبہ نہ کریں تو اسکی سزا قتل ہے۔ اور مرتد کا بیٹا جو مرتد کے نطفہ سے پیدا ہوا۔ اگر وہ بھی اپنے باپ کے باطل مذہب پر کاربند ہے تو وہ بھی حکماً مرتد ہے۔ اس پر بھی توبہ اور قبول اسلام کیلئے جبر کیا جائیگا اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کی سزا حبسِ دوام ہے۔ یا وہ توبہ کرے ورنہ جیل ہی میں مرجائے۔ اور مرتد کی تیسری پشت حکماً بھی مرتد نہیں ہے وہ اسی باطل ملت کا فرد سمجھا جائیگا اور ذمی کی حیثیت سے دارالاسلام میں رہ سکے گا۔ گویا مرتد اور اسکا بیٹا مرتد ہیں اور پوتے سے ملت ہو جاتی ہے۔

تیسری قسم زندیق ہے۔ یعنی جو شخص ضروریات دین میں سے کسی بات کا منکر ہو جانے کی وجہ سے کافر ہو گیا لیکن وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے۔ گویا وہ کفر کو اسلام اور کافر کو مسلمان قرار دیتا ہے۔ جیسے مرزائی ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے مگر وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو تحریف قران کے قائل ہونے کی وجہ سے کافر ہیں لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ زندیق کا حکم یہ ہے کہ وہ خود زندیق ہوا ہو یا اسکا باپ دادا زندیق ہوا ہو یا پشتہا پشت سے وہ لوگ زندیق چلے آرہے ہوں یہ سب لوگ اگر توبہ نہ کریں تو واجب القتل ہیں۔ اس میں پوتے کا استثنا نہیں ہے۔ میں عرصہ سے بیمار ہوں اس وقت کتاب میرے سامنے نہیں ہے اور نہ مطالعہ کی سکت ہے اس لئے حوالہ نہیں لکھ سکتا یادداشت سے لکھوا رہا ہوں۔ شاہ صاحبان کو سلام اور دعا کی درخواست والسلام مع الاکرام۔

ابوذر بخاری نمبر .... فکرواحساس کی شمع فروزاں

کفیل شاہ جی! السلام علیکم

کل صبح کی ڈاک سے ''نقیب'' کا جانشین امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نمبر موصول ہوا، اور پھر سارا دن اس کے مطالعے میں گزر گیا۔ الفاظ کہاں سے لاؤں، یہ بتانے کے لیے کہ اسے پڑھ کر کتنی روحانی خوشی نصیب ہوئی۔ سچ بات ہے آپ نمبر نکالنے میں بہت ماہر ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے ان ہستیوں کی پر خلوص یاد کا اعجاز ہو۔

حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کو زندگی میں دو دفعہ سننے کا موقع ملا۔ پہلی دفعہ راولپنڈی میں اور دوسری بار گجرات شہر میں۔ مجمع میں بیٹھے بیٹھے نگاہ ان کے روشن چہرے کی طرف اٹھ جاتی تو یوں لگتا جیسے حضرت امیر شریعت تشریف فرما ہوں۔ تقریر کے دوران آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو دل پگھلنے لگتا۔ میں سوچتا رہا اگر کبھی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو تلاوت فرماتے سنتا تو جانے کیا حال ہوتا۔ جیسے ان کو دیکھ دیکھ کر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ یاد آتے تھے۔ آج اس ''نقیب'' میں ان کے حالات پڑھتے پڑھتے حضرت بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت یاد آئے ہیں۔ حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ڈاکٹر شاہد کاشمیری صاحب سے بہت کچھ سنا ہوا ہے۔ اچھا ہوا کہ انہوں نے اپنی یادیں قلمبند کر دیں۔ اس مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کارکنوں سے کتنی محبت کرتے اور ان پر شفقتیں نچھاور کرتے تھے۔

نقیب میں یہ واقعہ پڑھ کر دیر تک سوچتا رہا کہ کیسے نشتر مرحوم و مغفور شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ کے استقبال کے لیے اپنے وزارتی دفتر سے بھاگم بھاگ باہر نکل آئے، نہ ٹوپی کا ہوش نہ جوتی پہننے کی فکر۔ کسی انسان کو اتنی عظمت آخر کیسے مل جاتی ہے؟ کیا اس کے لیے بہت علم ہونا ضروری ہے؟ کیا پارٹی لیڈر ہونا ضروری ہے؟ کیا زبان آور ہونا ضروری ہے؟ یا کیا بہت بڑا صاحب قلم ہونا؟ وجدان کہتا ہے، نہیں...... اس کے لیے کچھ اور ہونا ضروری ہوتا ہے۔

میں بناوٹ سے بات نہیں کر رہا، شاہ جی! اکثر غور کرتا رہتا ہوں کہ یہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے؟ کہ آدمی لب کشا ہو تو ایک زمانہ گوش بر آواز ہو جائے۔ اکیلا اٹھے تو لاکھوں لوگ پیچھے چل پڑیں۔ دنیا سے چلا جائے تو ہر دل دکھی اور اداس ہو جائے۔ نہ خون کا رشتہ ہو، نہ مادی وسیلوں کا۔ پھر مجھے گجرات کے ایک بزرگ دانشور دوست ملک محمد اشرف مرحوم یاد آ جاتے ہیں۔ وہ کبھی کبھی زور دے کر کہتے...... ہمایوں صاحب! اصل رشتہ تو ایمان کا رشتہ ہوتا ہے۔ روس نے افغانستان پر خونی پنجے گاڑ دیئے تو ان کا دلی اضطراب بہت بڑھ گیا۔ افغانیوں کی مظلومیت کا ذکر کرتے کرتے اشکبار ہو جاتے ہیں۔ حیرت سے انہیں تکنے لگتا۔ وہ اپنے آنسو پونچھتے اور کہتے، دیکھو نا ہمایوں صاحب! میرا اہل افغانستان سے آخر کیا رشتہ ہے۔؟ ان کے مصائب پر میرا

(بقیہ ص ۲۹ پر)

ترحیم

مسافرانِ عدم

اناللہ وانا الیہ راجعون

حافظ محمد سرفراز صاحب رحمہ اللہ: بھکر سے ہمارے نہایت مہربان جناب حافظ محمد سرفراز صاحب گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ مرحوم، حضرت امیر شریعتؒ کے ارادتمندوں میں سے تھے۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری سے بہت ہی محبت و خلوص بھرا تعلق تھا۔ عابد و زاہد اور صاحبِ تقویٰ انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

محترم قاری عبداللطیف صاحب (مدینہ منورہ) کو صدمہ: ہمارے کرم فرمااور مخلص دوست محترم قاری عبداللطیف صاحب (مدرس مسجد نبوی، مدینہ منورہ) کے والد ماجد حاجی غلام سرور صاحب گزشتہ ماہ مدینہ منورہ میں رحلت کر گئے۔ مرحوم عمرہ ادا کرنے حجازِ مقدس تشریف لے گئے تھے۔ یہ ان کے نصیبوں کی بات ہے کہ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ محترم قاری عبداللطیف صاحب، ان کے بھائی بہنوں اور خاندان کے دیگر پسماندگان کے لئے یہ گہرا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو جنت البقیع میں جگہ عطاء فرما کر جوارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت بخشی ہے جو یقیناً ان کی مغفرت کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور تمام پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے (آمین)

محترم محمد نعیم نقوی صاحب کو صدمہ: ملتان سے ہمارے دیرینہ مہربان محترم محمد نعیم نقوی صاحب کی ہمشیرہ محترمہ طویل علالت کے بعد گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔ مرحومہ حکیم محمد یامین نقوی مرحوم کی بیٹی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (آمین)

حافظ عبدالرزاق صاحب مرحوم: جامع مسجد چک نمبر ۲۰ فارم اقبال نگر (چیچاوطنی) کے مدرس محترم حافظ عبدالرزاق صاحب ۵ فروری کو انتقال کر گئے۔ ان کے قریبی دوستوں محترم حافظ محمد عبداللہ صاحب اور محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے پسماندگان سے اظہارِ تعزیت اور مرحوم کے لئے مغفرت کی دعاء کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)

والدہ مرحومہ حافظ ظہور احمد چیمہ: چیچاوطنی سے ہمارے کرم فرما جناب حافظ ظہور احمد چیمہ اور محمد ارشد چیمہ کی والدہ ماجدہ ۶ فروری کو رحلت فرما گئیں۔ مرحومہ ہمارے رفقاء فکر جناب عبداللطیف خالد چیمہ، ڈاکٹر محمد اعظم چیمہ، محمد آصف چیمہ، محمد جاوید چیمہ اور حافظ حبیب اللہ چیمہ کی حقیقی خالہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حسنات قبول فرما کر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)

محترم کنور عبدالرحیم صاحب کی چچی مرحومہ: ڈیرہ اسمٰعیل خان کے معروف احرار کارکن محترم کنور عبدالرحیم صاحب کی حقیقی چچی صاحبہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔

جناب رفیق غلام ربانی صاحب کی اہلیہ مرحومہ: مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے قدیم کارکن محترم رفیق غلام ربانی صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔ مرحومہ، جناب فیض الحسن فیضی ایڈووکیٹ (ناظم مجلس احرار اسلام راولپنڈی) کی والدہ اور محمد عمر فاروق کی ممانی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

ماسٹر غلام یٰسین صاحب کو صدمہ: مجلس احرار اسلام تلہ گنگ کے رہنما اور جامع مسجد سیدنا ابوبکر صدیق کے منتظم جناب ماسٹر غلام یٰسین صاحب کے جواں سال بھتیجے نور بخش صاحب عید الفطر کے دوسرے روز ٹریفک کے ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر منور کرے اور مغفرت فرمائے۔ پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے۔

شاہنواز مرحوم: بستی بدلی شریف ضلع رحیم یارخان میں ہمارے کرم فرما جناب شاہنواز گزشتہ دنوں ایک حادثہ میں انتقال کر گئے۔ مدیر نقیب ختم نبوت نے ان کے ہاں جا کر تعزیت کی۔

والدہ مولانا محمد اشرف: ہمارے بہت ہی عزیز دوست مولانا محمد اشرف صاحب (خطیب جامع مسجد یونیورسٹی اور ئنٹل کالج لاہور) کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ ٹبہ سلطان پور میں انتقال کر گئیں۔

جمیل احمد قاسم مرحوم: لاہور سے ہمارے کرم فرما اور قدیم احرار کارکن محترم حفیظ رضا پسروری صاحب کے جواں سال داماد جمیل احمد قاسم ۳ سال کی طویل علالت کے بعد ۱۲ فروری ۱۹۹۸ء کو انتقال کر گئے ۱۴ فروری کو انہیں سیالکوٹ میں سپرد خاک کیا گیا۔ محترم حفیظ رضا اور ان کے خاندان کے لئے یہ بہت ہی گہرا صدمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطاء فرمائے اور مرحوم کی مغفرت فرمائے۔

جناب محمد یعقوب خان کی اہلیہ مرحومہ: مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محترم ابومعاویہ محمد یعقوب خان کی اہلیہ ۲۸/فروری کو ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئیں۔

مسعود احمد مرحوم: ہمارے بہت ہی کرم فرما جناب سعید احمد (مالک ملت فوٹوسٹیٹ ملتان) کے جواں سال چھوٹے بھائی مسعود احمد ۲۸/فروری کو اچانک انتقال کر گئے۔

والدہ ماجدہ شیخ بشیر احمد نور محلی صاحب: مجلس احرار اسلام ملتان کے رہنما اور رکن مجلس شوریٰ جناب شیخ بشیر احمد اور برادران صوفی شبیر احمد، نذیر احمد اور گلزار احمد صاحبان کی والدہ ماجدہ چند ماہ قبل رحلت فرما گئی تھیں۔ مرحومہ پابند صوم و صلوٰۃ اور عابدہ و زاہدہ تھیں۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب اور ان کا خاندان ہمارے قدیم مہربانوں اور محبت کرنے والوں میں سے ہے۔ ان کے والد مرحوم شیخ فتح محمد، مرحوم نور محل (جالندھر) کے رہنے والے تھے اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کی محبت و عقیدت سے سرشار تھے۔ یہی

محبت و خلوص آج تیسری نسل میں منتقل ہوا ہے۔ جناب شیخ بشیر احمد، ان کے تمام بھائیوں، بہنوں اور تمام افرادِ خاندان کے لئے والدہ مرحومہ کا انتقال گہرا صدمہ ہے۔ اراکینِ ادارہ ان کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں اور تمام پسماندگان سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے (آمین)

اراکین ادارہ تمام مرحومین کی مغفرت کی دعاء کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔

قارئین سے بھی درخواست ہے کہ جملہ مسلمانوں کے لئے دعاء مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں۔ کہ اس عملِ خیر کا بہت اجر ہے۔ (ادارہ)

سیدنا معاویہ پر اعتراضات کا علمی تجزیہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی (قیمت: =/200 روپے)

بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 511961)

گورنمنٹ کالج لاہور میں سؤر

گورنمنٹ کالج لاہور کے طلبہ نے بتایا ہے کہ انہیں انگریزی "لازمی" کی جو کتاب پڑھائی جارہی ہے اس میں ایک مضمون "خنزیر کی مدح" کا بھی شامل ہے۔ اس مضمون میں بتایا گیا ہے کہ خنزیر اتنا برا جانور نہیں جتنا اسے سمجھا جاتا ہے۔ لہذا اگر کوئی شخص آپ کی تعریف کرتے ہوئے آپ کو خنزیر کہ دے تو آپ کو اس کا برا نہیں ماننا چاہیئے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کالج کی انتظامیہ کے دل میں سوّر کی محبت کیوں جاگ اٹھی ہے حالانکہ مسلمان سوّر سے نفرت کرتے ہیں۔ ہمارے ایک استاد کسی لڑکے کو گالی دینا چاہتے تو اسے سوّر کہ دیتے، اسی طرح لڑکی کے لئے وہ سورنی کی گالی استعمال کرتے تھے۔ اب عین ممکن ہے کہ یہ لفظ اعزاز قرار پایا جائے۔ اور گورنمنٹ کالج لاہور میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے مرد کو سوّر اور خاتون کو سورنی کا خطاب دیا جانے لگے۔ طلبا نے بتایا ہے کہ یہ کتاب ایک خاتون استاد نے مرتب کی ہے جو اسی کالج میں پڑھاتی ہیں۔ ہم ان کی اس کاوش پر انہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ گورنمنٹ کالج کو خود مختاری حاصل ہو چکی ہے اس لیے اب وہ جو چاہے بن سکتا ہے، اس کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں ہے۔ وزیراعظم میاں نوازشریف بھی اس کالج کے تعلیم یافتہ ہیں لیکن ان کے زمانے میں یہاں سور نہیں ہوتے تھے۔ ("سر راہے" / "نوائے وقت" ۶/ جنوری ۱۹۹۸ء)

خادم حسین

اس کشورِ حسین کی ثقافت، ادب پہ تُف

اس کشورِ حسین کی ثقافت، ادب پہ تُف — ہر بوالہوس پہ اور ہر اک بولہب پہ تُف!
مہتابِ راشدی ہو یا ناہیدِ کشوری — جہانگیرِ عاصمہ ہو یا فریالِ گوہری
سبطِ حسن ہو، جوش ہو، اظہر سہیل ہو — فہمیدہ و فراز ہو یا گائے ، بیل ہو
خرمستیاں، شراب و کباب اور شاعری — دانشوری کے کھیل خفی ہوں کہ ظاہری
مفتی، نون میم، بڑے بے ضمیر تھے — "پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھے"
جو ان کا ساتھ دیتا ہے، بد ذات ہے.....کہو — لکھتوں میں ان کے کام کی کچھ بات ہے؟ کہو
ایمان و آگہی سے اگر ان کو کام ہو — ان کالبوں میں خیر و شرافت نہ عام ہو؟
شرم و حیا و عزت و غیرت جو مر گئی — عریانیت تو ایک اک لبرل کے گھر گئی
نظم و غزل ہے یا کہ ہے افیون، چرس، بھنگ؟ — آوارگانِ کوئے ملامت ہیں شوخ و شنگ!

خادم ہماری بات بُری بھی نہ مانیو
ذوالکفل اور کفیل کو سچّا ہی جانیو

دعاء صحت

* قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم اور ان کی اہلیہ علیل ہیں۔

ضلع رحیم یار خان میں ہمارے مہربان اور مجلس احرار اسلام کے معاونین

* جناب پیر سید عبدالستار شاہ صاحب (بلال شریف)
* جناب جام محمد شریف صاحب (صدر مجلس احرار اسلام (ٹب چوہان)
* جناب حافظ عطاء الرحمن صاحب بن حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ (گلشن معاویہ، بستی میرک)
* جناب شیخ ریاض الدین بن حضرت شیخ حسام الدین رحمہ اللہ (لاہور) علیل ہیں۔ اراکین ادارہ سب حضرات کی صحت یابی کے لئے دعا گو ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ان حضرات کے لئے اور دیگر تمام مریضوں کی شفاء یابی کی دعاء فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت وتندرستی عطا فرمائے۔ اور شفاء کاملہ سے نوازے۔ (آمین)

پروفیسر محمد اکرام تائب عارف والا

رنگِ سخن

علم کے ساحر کا اب جادو ٹوٹ گیا
ہر سُو گھپ اندھیرا سُونی بستی ہے
ہاکی اور بلّے نے سب کچھ لوٹ لیا
ہم معمارِ قوم ہیں فاقہ مستی ہے
بال پریشاں، آنکھیں پُرنم دل ویراں
ساری دنیاحال پہ اپنے ہنستی ہے
کل تک شاہوں کے سر آگے جھکتے تھے
آج میری تقدیر میں کتنی پستی ہے
مہنگائی نے جینا دو بھر کر ڈالا
فکرِ نانِ شب کی ناگن ڈستی ہے
صدیوں کا اس دل میں بغض و کینہ ہے
پل دو پل کی گرچہ اپنی ہستی ہے
دن کو چین نہ رات کو نیند ہے آنکھوں میں
یارب تیری دنیا کیسی بستی ہے
اور تو ہر اک شے سونے کے بھاؤ ہے
بس اک خون کی بوتل تائب سستی ہے

دینی علوم کی اشاعت، عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ اور محاسبۂ
مرزائیت کی جدوجہد کو مکمل و عالمی سطح پر عام کرنے کیلئے

چرمِ قربانی

یا ان کی قیمت

مجلسِ احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ
تحریک تحفظ ختمِ نبوت کو دیجئے

منجانب: مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان۔ فون: 511961 (061)

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

مجلس احرار اسلام، دینی انقلاب کی داعی جماعت ہے۔ یہ انقلاب دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کئے بغیر ممکن نہیں۔ موجودہ کافرانہ نظامِ ریاست، جمہوریت اور کافرانہ تہذیب و ثقافت کے خلاف نئی نسل کی ذہن سازی اور تربیت کے لئے مدارس میں ایسا ماحول پیدا کیا جانا از حد ضروری ہے جو دینی انقلاب کی منزل قریب تر کر دے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کے زیر اہتمام وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت درج ذیل مدارس تعلیم و تدریس میں مصروف ہیں۔

مدرسہ ختم نبوت	مسجد احرار	ربوہ ضلع جھنگ فون: (04524)211523
بخاری پبلک سکول	" "	ربوہ ضلع جھنگ فون: " " "
مدرسہ معمورہ	جامع مسجد ختم نبوت	دار بنی ہاشم، ملتان فون: (061)511961
مدرسہ معمورہ	مسجد نور	تغلق روڈ ملتان
مدرسہ محمودیہ	مسجد المعمور	ناگڑیاں، ضلع گجرات
دارالعلوم ختم نبوت	جامع مسجد چیچہ وطنی	فون: (0445)611657
احرار ختم نبوت مرکز	مسجد عثمانیہ	ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی فون: (0445)610955
مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	شہزاد کالونی صادق آباد فون: (0702)75464
مدرسہ ختم نبوت	مسجد ختم نبوت	نواں چوک، گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
مدرسۃ العلوم الاسلامیہ	جامع مسجد	گڑھا موڑ (وہاڑی) فون: (0693)690013
مدرسہ ابوبکر صدیق	جامع مسجد ابوبکر صدیق	تلہ گنگ (چکوال)
بستان عائشہ (برائے طالبات)		دار بنی ہاشم، ملتان فون: (061)511356
مدرسۃ البنات (برائے طالبات)		گڑھا موڑ ضلع وہاڑی
مدرسہ احرار اسلام		مسجد سیدنا علی المرتضیٰ، چکڑالہ، ضلع میانوالی
مدرسہ معاویہ		جھنگ روڈ، ٹوبہ ٹیک سنگھ
مدرسہ معمورہ	مسجد معاویہ	بستی مہر پور ضلع مظفر گڑھ

۱۱ ادارے اپنے اخراجات خود برداشت کرتے ہیں جبکہ ۷ اداروں کا کفیل وفاق ہے جن میں بامشاہرہ تعلیم و تدریس اور دیگر امور سر انجام دینے والے افراد کی کل تعداد ۳۰ ہے۔ ان کے اخراجات کا سالانہ تخمینہ ۱۵ لاکھ روپے ہے۔ مستقبل کے تعلیمی، تنظیمی، اور تعمیری منصوبوں کی تکمیل پر تقریباً تیس لاکھ روپے خرچ ہوں گے۔ تعاون آپ کریں، دعا اور کام ہم کریں گے، اجر اللہ پاک دیں گے

ترسیل زر کے لیے

بذریعہ منی آرڈر بنام: سید عطاء المحسن بخاری مدیر وفاق المدارس الاحرار پاکستان دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک ڈرافٹ یا چیک اکاؤنٹ نمبر 29932، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

Kinza

FOOD PRODUCTS

سکوائشز، کیچپ اور اچار

جو کھائے ایک بار۔ وہ کھائے بار بار

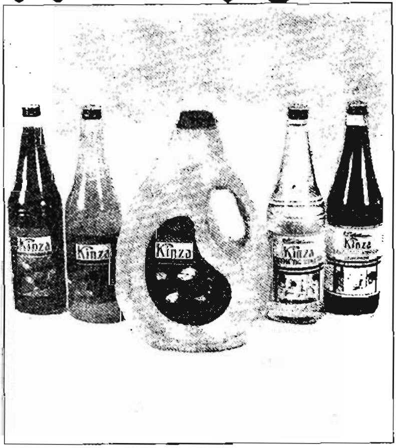

wily

FOODS (PVT) LTD.

Chand Plaza, Off Lane 6 Peshawar Road Rawalpindi Cantt.

Ph : 475969

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

اشاعتِ خاص

جانشین امیرِ شریعت قائدِ احرار

سید ابومعاویہ ابوذر بخاری نوراللہ مرقدہ

- سوانح و افکار
- خطابتی معرکے
- عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کی داستان
- علمی، ادبی، صحافتی اور دینی تحریکی خدمات
- تاریخِ احرار کا ایک روشن باب
- احرار حلقوں کے لئے ایک خوبصورت تاریخی تحفہ

صفحات 300 قیمت =/50 روپے

پیشگی رقم آنے پر رجسٹرڈ ڈاک سے ارسال کیا جائے گا

رابطہ: سید محمد کفیل بخاری: مدیر، ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان، فون: 511961 (061)